بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نضر اللہ امرءً اسمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں

بریلوی بنام بریلوی

ماہ محرم کے دو روزے؟

ظہور احمد حضروی کے تناقضات۔۔۔ پر ایک نظر

اہل سنت والجماعت کا اہل بدعت کے بارے میں موقف

حضرو، اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

123

اللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ

نَضرَ اللہُ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظه حتی یبلغه

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث

حضرو

جلد: 11	محرم الحرام ۱۴۳۶ھ نومبر ۲۰۱۴ء	شمارہ: 11

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر: حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر: نصیر احمد کاشف

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

مقامِ اشاعت: مکتبۃ الحدیث حضرو - ضلع اٹک

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت:۱۲-۱۴)

﴿وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ سَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾

''یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے، اور اللہ نے فرمایا: بلاشبہ میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں تقویت پہنچائی اور تم نے اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور تمھیں (ایسے) باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر اس کے بعد جس نے تم سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ ہم نے ان پر، ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ سے لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ اس چیز میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے، سوائے ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، چنانچہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں، بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور ان لوگوں سے جنھوں نے کہا: بے شک ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان سے پختہ عہد لیا، پھر وہ اس

چیز میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان روزِ قیامت تک دشمنی اور کینہ پروری ڈال دی اور عنقریب اللہ انھیں اس کی خبر دے گا جو وہ کرتے تھے۔'' (٥/ المائدۃ : ١٢ـ١٤)

فقہ القرآن:

❀ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیات میں اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنے مومن بندوں کو عہد و پیمان نبھانے، عدل کے ساتھ گواہی دینے اور حق پر قائم رہنے کا حکم دیا تھا اور انھیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں یاد کرائی تھیں۔ اب ان آیات میں ان عہد و میثاق کی حقیقت و کیفیت بیان فرما رہا ہے جو ان سے پہلے اہل کتاب: یہود و نصاریٰ سے لیے گئے۔ جب انھوں نے عہد شکنی کی تو اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت زدہ قرار پائے اور اس نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر کے دھتکار دیا۔ (ان کا یہ عمل) ان کے دلوں کے لیے ہدایت اور دینِ حق کی طرف پہنچنے سے حجاب بن گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ٣/ ٦١، الرسالۃ)

❀ ﴿ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ اثۡنَیۡ عَشَرَ نَقِیۡبًا ﴾ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: نقیب سے مراد قوم کا وہ بڑا (لیڈر) ہے جو ان کا ناظم الامور اور امور و مصالح کا ذمہ دار ہو۔
(الجامع لأحکام القرآن ٧/ ٣٧٥)

بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک قبیلے پر ایک سردار خود ہی اس قبیلہ سے مقرر کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ ان کے حالات پر نظر رکھے اور انہیں اپنے عہد پر قائم رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔
(اشرف الحواشی، ص ١٣١)

❀ ﴿ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیۡ مَعَكُمۡ ﴾ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے خلاف جن سے تمھیں قتال کا حکم دیا ہے، تمھاری مدد فرمائے گا، بشرطیکہ تم ان سے لڑو اور مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ (تفسیر طبری ٤/ ٤٢٥)

نیز اگر تم نماز پڑھتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو، میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ، ان کی مدد

کرو، ان کی سمع و اطاعت کرو اور صدقہ و خیرات کرتے رہو تو میں تم سے تمھاری برائیاں دور کردوں گا اور تمھیں ان باغات (جنت) میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔

❀ ﴿ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی جن چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے، اگر ان سے انحراف کیا تو سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤ گے۔

❀ ﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ ﴾ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو توڑا تو انھیں درج ذیل سزائیں دیں:

❶ ان پر لعنت کی گئی ❷ ان کے دلوں کو سخت کر دیا ❸ وہ تحریف و تغیر کے مرتکب ہوئے۔ ❹ نصیحت کی گئی باتوں کا ایک بڑا حصہ بھلا بیٹھے ❺ اور ان کی خیانت سے آگاہی جو ان کے کردار کا جز بن گیا ہے۔

❀ ﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ اس کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''بدقسمتی سے اس قساوت قلبی اور کلماتِ الٰہی میں تحریف سے امت محمدیہ کے افراد بھی محفوظ نہیں رہے۔ مسلمان کہلانے والے عوام ہی نہیں خواص بھی، جہلا ہی نہیں علماء بھی ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ وعظ و نصیحت اور احکام الٰہی کی یاددہانی ان کے لیے بیکار ہے، وہ سن کر ان سے ذرا اثر قبول نہیں کرتے اور جن غفلتوں اور کوتاہیوں کا وہ شکار ہیں، ان سے تائب نہیں ہوتے۔ اسی طرح اپنی بدعات، خود ساختہ مزعومات اور اپنی فقہی تاویل کے اثبات کے لیے کلام الٰہی میں تحریف کرنے میں بھی باک نہیں سمجھتے۔'' (تفسیر احسن البیان، ص: ۲۴۴)

❀ ﴿ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ﴾ یعنی جس طرح ہم نے یہود سے عہد لیا تھا اسی طرح نصاریٰ (عیسائیوں) سے بھی لیا، لیکن انھوں نے بھی اس کی کوئی پروا نہیں کی، عہد شکنی کی جس کے نتیجے میں ان کی آپس کی دشمنی اور کینہ پروری قیامت تک کے لیے ان پر مسلط کر دی گئی ہے۔

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اضواء المصابیح

فقہ الحدیث

۴۹۱: وَعَنْهُ، قَالَ: قَامَ اَعْرَابِیٌّ، فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ ﷺ: **((دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّآءٍ۔ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ۔ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ))** رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اور انھی (سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا تو لوگ اس کے درپے ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی سے بھرا ہوا ڈول یا ایک بڑا ڈول پانی بہادو، کیونکہ تمھیں آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، تنگی کرنے والا نہیں۔'' اسے بخاری (۲۲۰) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: دیہاتی نے مسجد میں پیشاب اپنی لاعلمی کی وجہ سے کیا تھا۔

(سنن ابن ماجه : ۵۲۹ وسنده حسن)

۲: مسجد کو پاک صاف رکھنا ضروری ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فوراً پانی کا ڈول بہانے کا حکم دیا تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مساجد تعمیر کرنے، انھیں صاف ستھرا رکھنے اور انھیں معطر کرنے کا حکم دیا ہے۔

(صحیح، سنن ابی داود: ٤٥٥، سنن الترمذی : ٥٩٤، سنن ابن ماجه : ٧٥٨)

۳: مسجد میں پیشاب کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: ((دَعُوْهُ)) ''اسے چھوڑ دو (اور پیشاب کرنے دو)'' محض عارضی حکمت و مصلحت کے پیش نظر ہے، کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ((إِنَّ هٰذَا الْمَسْجِدَ لَا يُبَالُ فِيْهِ وَإِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَلِلصَّلَاةِ)) ''بلاشبہ یہ مسجد ہے، اس میں پیشاب نہیں کیا جاتا۔ یہ تو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہے۔'' (مسند احمد ۲/ ۵۰۳ ح

۱۰۳۳، سنن ابن ماجه: ۵۲۹ وسنده حسن)

۴: اس حدیث سے واضح ہے کہ زمین پاک کرنے کا بہترین ذریعہ پانی ہے، تاہم یہ مسئلہ قدرے وضاحت طلب ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد ہی میں سو جاتا تھا۔ ان دنوں میں جوان اور غیر شادی شدہ تھا۔ کتے مسجد میں آتے جاتے اور (بعض اوقات) پیشاب بھی کر دیتے تھے، لیکن وہ (صحابہ کرام) اس پر کوئی پانی نہ چھڑکتے تھے۔

(سنن ابی داود: ۳۸۲، واللفظ له، صحیح البخاری: ۱۷۴)

اس حدیث پر امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل باب قائم کیا ہے: ''بَابٌ: فِي طُهُوْرِ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَتْ'' یعنی زمین کا خشک ہو جانا ہی اس کی پاکی ہے۔

درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین خشک ہو جائے اور نجاست بھی ظاہر نہ ہو تو زمین پاک متصور ہوگی، لیکن اگر زمین خشک ہونے کے انتظار کی بجائے فوری پاک کرنا مقصود ہو تو ایک ڈول پانی اس جگہ پر بہا دیا جائے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔

۵: احناف نے ایک روایت کی بنیاد پر یہ بھی کہا ہے کہ جس جگہ پیشاب ہوگا اسے پاک کرنے کے لیے کھودا جائے گا۔ دیکھئے عمدة القاری للعینی (۳/ ۱۸۷)

ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاں اس نے پیشاب کیا ہے اسے کھرچ دو اور پانی بہا دو۔'' (سنن ابی داود: ۳۸۱)

لیکن اس روایت کے متصل بعد امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: ''هُوَ مُرْسَلٌ، ابْنُ مَعْقِلٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم'' یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ عبداللہ بن معقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ یعنی یہ روایت ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کے تمام شواہد بھی ضعیف ہیں۔ دیکھئے التلخیص الحبیر للحافظ ابن حجر العسقلانی ۱/ ۳۷، وغیرہ

جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو اس سے استدلال بھی جائز نہیں، لہذا پیشاب والی جگہ کھرچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

٦: اگر فرش یا ٹائلز وغیرہ پر پیشاب ہو تو اس پر اچھی طرح پانی بہا کر وائپر مار دینا چاہیے۔

٧: نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور اپنے ساتھیوں سے محبت و شفقت کے ساتھ پیش آنے کی عظیم مثال جسے خود اعرابی نے دین کی سمجھ آ جانے کے بعد ان الفاظ میں بیان کیا: میرے ماں باپ نبی ﷺ پر فدا ہوں (میری اس حرکت پر) آپ اٹھ کر میرے پاس تشریف لائے، مجھے نہ تو ڈانٹا اور نہ برا بھلا کہا۔ (سنن ابن ماجه: ٥٢٩ وسنده حسن)

٨: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں دلیل ہے کہ جاہل (بے علم) کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور اسے بغیر کسی سختی کے ضروری باتوں کی تعلیم دینی چاہیے، جبکہ وہ ضدی اور ہٹ دھرم نہ ہو، بالخصوص وہ تالیفِ قلب کا محتاج بھی ہو۔

(فتح الباري ١/ ٣٢٥ ونسخة أخرى ١/ ٥٥٥)

٩: افہام و تفہیم اور دعوتِ دین میں بے جا تشدد نہیں برتنا چاہیے، کیونکہ بے مقصد سختی مخالفت، ہٹ دھرمی اور نفرت کا باعث بنتی ہے۔

١٠: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں پیشاب کرنے پر تو تنبیہ فرمائی، لیکن دیہاتی کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے پر خاموش رہے جو اس کے جواز کی دلیل ہے۔

اظہارِ تعزیت

محترم مولانا محمد سرور عاصم حفظہ اللہ مدیر مکتبہ اسلامیہ لاہور، فیصل آباد کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ (٦ نومبر بروز جمعرات کو) وفات پا گئی ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین مولانا عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ (آمین) اور ہم ورثاء کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ((ان للّٰه ما أخذ وله ما أعطىٰ وكل شيءٍ عنده بأجلٍ مسمًّى فلتحتسب ولتصبر.))

(**ادارہ**: مکتبۃ الحدیث، حضرو ضلع اٹک)

حافظ ندیم ظہیر

توضیح الأحکام

سوال و جواب — تخریج الاحادیث

نماز میں بسم اللہ کو جہراً یا سراً پڑھنا؟

سوال محترم حافظ صاحب! نماز میں بسم اللہ کو جہراً پڑھنا چاہیے یا سراً؟ براہ مہربانی ماہنامہ الحدیث میں تفصیل سے جواب لکھیں کیونکہ ہمارے ہاں یہ مسئلہ تنازعہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ (حافظ عبدالجبار، قصور)

الجواب ہمارے اس جواب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ: بسم اللہ کو جہراً پڑھنا۔

دوسرا حصہ: بسم اللہ کو سراً (آہستہ) پڑھنا۔

تیسرا حصہ: اس مسئلے میں مسلک اعتدال۔

''بسم اللہ'' جہراً پڑھنے کے دلائل

۱: نعیم بن مجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھی تو انھوں نے ﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ پڑھی، پھر سورۂ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب ﴿غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ﴾ پر پہنچے تو آمین کہی، لوگوں نے بھی آمین کہی اور جب وہ سجدے کو جاتے تو ''اللہ اکبر'' کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ کر (تشہد سے) اٹھتے تو ''اللہ اکبر'' کہتے۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ میں نماز میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔

(سنن النسائی: ۹۰۶ وسندہ صحیح، نیز اسے حبان (۴۵۰، ۴۵۱) حاکم وذہبی (المستدرک ۱/ ۱۳۴) اور ابن خزیمہ (۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔)

اس حدیث کے راوی سعید بن ابی ہلال جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ اور کتب ستہ کے راوی ہیں، ان سے روایت کرنے والے خالد بن یزید بھی ثقہ عند الجمہور ہیں اور ان کی سعید

بن ابی ہلال سے مروی احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے ان کا سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔ لہٰذا اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ جہراً پڑھنا جائز ہے۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھتے۔ جب سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھتے (اور پھر کوئی سورت شروع کرتے) تھے۔ (المصنف لابن ابی شیبہ ۱/ ۴۱۲ ونسخة أخری ۲/ ۳۴۴ وسندہ حسن)

۳: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے اپنی نماز شروع کرتے تھے۔ (المصنف لابن ابی شیبة ۱/ ۴۱۲ وسندہ صحیح)

''بسم اللہ'' سراً (آہستہ) پڑھنے کے دلائل

۱: سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے نماز شروع کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۳)

یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز میں ''بسم اللہ'' سراً پڑھنی چاہیے۔ جیسا کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کی بابت فرمایا: ''ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمَرْءِ تَرْكُ الْجَهْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ عِنْدَ إِرَادَتِهِ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وقت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' جہراً ترک کر دینا آدمی کے لیے مباح ہے۔

(ابن حبان ۵/ ۱۰۱، طبع الرسالة)

۲: سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی کو بھی (جہراً) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔ (صحیح مسلم: ۳۹۹)

یہ حدیث اپنے مفہوم میں بڑی واضح ہے، لیکن بعض لوگوں نے اسے غیر صحیح قرار دیا ہے۔

اعتراض :.......اس حدیث کی سند میں قتادہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں، لہٰذا یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی۔

ازالہ:.......یہ اعتراض کئی وجوہ کی بنا پر مردود ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱: اصول حدیث کی کتب میں یہ اصول مقرر ہے کہ صحیحین کی احادیث میں مدلس راوی کی روایت سماع پر محمول ہوگی۔ دیکھئے التقریب للنووی (ص۶۲) وغیرہ

۲: قتادہ سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں اور یہ مسلَّم ہے کہ جب شعبہ قتادہ سے روایت کریں تو ان کے عنعنہ کے باوجود وہ سماع پر محمول ہے۔ تحقیق کے لیے ملاحظہ کریں الفتح المبین للأستاذ الحافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (ص ۱۱۱)

۳: قتادہ نے سماع کی صراحت کر رکھی ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں: میں نے قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا: "أَسَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ." کیا آپ نے اس حدیث کو انس (رضی اللہ عنہ) سے خود سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں۔ (صحیح مسلم: ۳۹۹/ ۸۹۱)، نیز دیکھئے صحیح ابن حبان (۱۷۹۹)

اس حدیث پر امام ابن حبان نے بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: "ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُدْحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ قَتَادَةَ لَمْ يَسْمَعْ هَذَا الْخَبَرَ مِنْ أَنَسٍ" اس شخص کے قول کی تردید میں حدیث جس کا زعم ہے کہ یہ روایت قتادہ نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی۔

اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث پر اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں، لہٰذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس حدیث کے پیش نظر "بسم اللہ" آہستہ پڑھنا بالکل درست و جائز ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اس مفہوم کی ایک حدیث حسن کہہ کر فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، ان میں سے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) وغیرہ اور جو ان کے بعد تابعین ہیں، اسی طرح سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اور اسحاق (بھی یہ بہتر) نہیں سمجھتے کہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ جہراً پڑھی جائے، بلکہ ان کے نزدیک اسے اپنے دل میں (آہستہ) پڑھنا چاہیے۔ (سنن الترمذی، تحت الحدیث: ۲۴۴)

۳: امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے حکم، حماد اور اسحاق سے جہر کے بارے میں پوچھا تو سب نے (یہی) کہا: "اِقْرَأْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِیْ نَفْسِكَ" ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو اپنے دل میں (آہستہ) پڑھ۔ (المصنف لابن أبي شيبة ۱/ ۴۱۱ ونسخة أخرى ۲/ ۳۴۲ وسنده صحيح)

مسلک اعتدال:

ہمارے نزدیک اس مسئلے میں مسلکِ اعتدال یہی ہے کہ جب "بسم اللہ" جہراً اور سراً دونوں طرح پڑھنا ثابت ہے تو دونوں میں سے جس پر بھی عمل کیا جائے، جائز ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک پر تشدد صحیح نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "ذِكْرُ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْجَهْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَالْمُخَافَتَةَ بِهِ جَمِيْعًا مُبَاحٌ، لَيْسَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا مَحْظُوْرًا" اس دلیل کا ذکر کہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اونچی آواز سے اور آہستہ آواز سے دونوں طرح پڑھنا مباح (جائز) ہے، ان دونوں میں سے کوئی بھی ممنوع نہیں ہے۔ (صحيح ابن خزيمة قبل الحديث: ۴۹۹)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى أَنَّهُمْ كَانُوْا قَدْ يَجْهَرُوْنَ بِهَا وَقَدْ لَا يَجْهَرُوْنَ، فَالرِّوَايَةُ فِيْهِمَا صَحِيْحَةٌ مِنْ طَرِيْقِ الْإِسْنَادِ وَالْأَمْرُ فِيْهِ وَاسِعٌ فَإِنْ شَاءَ جَهَرَ وَإِنْ شَاءَ أَسَرَّ." یعنی بعض اہل علم نے یہ موقف بھی اپنایا ہے کہ کبھی وہ جہراً پڑھتے ہیں اور کبھی بغیر جہر کے، اسناد کے اعتبار سے اس بارے میں دونوں طرح کی حدیثیں صحیح ہیں اور اس امر (مسئلے) میں وسعت ہے کہ اگر وہ چاہے تو جہراً پڑھے اور اگر چاہے تو سراً پڑھ لے۔

(معرفة السنن والآثار ۲/ ۳۸۳)

محدثین کے مذکورہ بالا فیصلے سے "مسلک اعتدال" ہی کی تائید ہوتی ہے کہ جہراً یا سراً دونوں طرح عمل جائز ہے۔ واللہ اعلم

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ترجمہ: حافظ فرحان الٰہی

سنت کے سائے میں

نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئیاں

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان کے ذریعے سے آزمائے گئے اور وہ تم میں پائی گئیں (تو تمھیں ان کے انجام سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا) اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم انھیں اختیار کرو:

۱) جس قوم میں فحاشی پھیل جائے اور کھلے عام بے حیائی کے کام ہونے لگیں تو اُن میں طاعون اور دیگر ایسی بیماریاں پھیلنے لگتی ہیں جن کی مثال تمھارے اَسلاف میں نہیں ملتی۔

۲) جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جائیں تو انھیں قحط سالی، معاشی بدحالی اور حکمرانوں کے ظلم وستم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

۳) جب کوئی قوم اپنے اموال سے زکاۃ دینا ترک کر دے تو ان پر آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے اور اگر مویشی نہ ہوتے تو بارش ہرگز نہ ہوتی۔

۴) جب کسی قوم نے اللہ سے عہد شکنی کی، اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑا تو اللہ تعالیٰ ضرور ان پر کسی بیرونی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، اور وہ ان کے اکثر اثاثے اڑا لے جاتا ہے۔

۵) جب کسی قوم کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور انھیں آپس میں لڑا دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ وہ ایک لشکر کو روانگی کے لیے تیار کریں جن کا سالار آپ ﷺ نے انھی کو بنایا، چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف صبح کو سیاہ رنگ کے سوتی کپڑے کا عمامہ پہنے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے انھیں بلایا اور قریب کر کے ان کا عمامہ کھول دیا، پھر انھیں سفید عمامہ پہنایا اور چند انگلیوں کے برابر کپڑا پیچھے لٹکا دیا، پھر فرمایا: ''اے ابن عوف! اس طرح (باندھا کرو) کیوں کہ یہ زیادہ اچھا اور عربی مزاج کے زیادہ

موافق ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں جھنڈا پکڑائیں، عبد الرحمٰن بن عوف نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن عوف! اسے پکڑو اور سب مل کر اللہ کے راستے میں لڑو، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے، اس سے قتال کرو، زیادتی نہ کرنا، نہ مثلہ کرنا، نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔ پس یہی اللہ کا عہد اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔''(إسناده حسن؛ أخرجه الحاكم (٤/ ٥٤١-٥٤٠) من حديث أبي الجماهر محمد بن عثمان الدمشقي به، و صححه ووافقه الذهبي، وللحديث طرق أخرىٰ عند ابن ماجه (٤٠١٩ كتاب الفتن باب العقوبات وغيره)

فقہ الحدیث:

ا: یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، چنانچہ ایسے امور کی پیشین گوئی کی گئی جو دورِ حاضر میں ظہور پذیر ہوئے، مثلاً بعض خطرناک بیماریاں: ایڈز اور دیگر جنسی امراض کثرت سے پھیلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین) ان آفات و ابتلاءات کے مستحق وہی لوگ بنیں جو کھلے عام بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہیں، خاص طور پر وہ ممالک جو گناہوں کے مراکز اور بدکاری کے اڈے بنانے کے لیے سہولیات فراہم کرتے ہیں۔ و العياذ بالله۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''بلاشبہ وہ لوگ جو اہل ایمان میں فحاشی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (النور: ١٩)

٢: یہ حدیث ناپ تول میں کمی بیشی کی حرمت پر دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کی قوم کو خاص طور پر اسی گناہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا تھا، دور حاضر میں ہم معاشی کسمپرسی اور باران رحمت کے عدم نزول کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اس کی یہی وجہ ہے کہ ایسے جرائم بغیر خوف و خطر کے معاشرے میں عام ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم

سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔

۳: یہ حدیث ظالم حکمرانوں کے وجود پر بھی دلالت کر رہی ہے، جو ایسے معاشرے پر مسلط ہوں گے جو زکاۃ کی ادائیگی نہیں کریں گے اور ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا جو نماز بھی نہیں پڑتے، جنہوں نے مکمل شریعت کو چھوڑ رکھا ہے، کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔

۴: یہ حدیث مسلمان ممالک پر کافروں کے قبضے کی خبر بھی دیتی ہے، نیز یہ بھی کہ کفار طاقت کے بل بوتے پر ان کا قومی اثاثہ لے اڑیں گے۔

۵: یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ کسی ملک پر ظالم اور دین سے دشمنی رکھنے والے حکمران، لوگوں کی نافرمانیوں اور گناہوں کے بسبب مسلط ہوتے ہیں، لہٰذا ہر آدمی اپنی ذات کی اصلاح کا ذمہ دار ہے، پس جب لوگ اپنے حالات بدلنا چاہیں تو انہیں سب سے پہلے اپنے آپ کو بدلنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس قوم کے حالات نہیں بدلتا جو قوم خود اپنے آپ کو تبدیل نہ کرے۔''

(الرعد:۱۱)

۶: یہ حدیث پگڑی (عمامہ) خاص طور پر سفید عمامہ کے مسنون ہونے پر بھی دلالت کر رہی ہے۔

۷: اس حدیث میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت بھی عیاں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جہاد فی سبیل اللہ کے راہی تھے۔

۸: جھنڈے کا جواز اور کفار کے خلاف جہاد کے لیے اس کی مشروعیت پر بھی یہ حدیث دلیل ہے۔

۹: نیز یہ حدیث جہاد کے حکم پر بھی دلالت کر رہی ہے، کیوں کہ جہاد اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور جہاد صرف اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے ہونا چاہیے۔

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ   ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اثبات عذاب القبر

باب ۱۵: میت پر نوحہ کرنے (شور مچا کر رونے پیٹنے وغیرہ) سے عذاب قبر کا خوف

بعض اہل علم نے کہا: اگر اس (مرنے والے) نے اس (نوحے) کی وصیت کی ہو (تو اسے عذاب قبر ہوتا ہے ورنہ نہیں۔)

۱۲۷) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میت پر نوحہ کرنے کی وجہ سے اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔'' اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۲۸) یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت پر جو نوحہ کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔'' یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔

باب ۱۶: مالِ غنیمت میں خیانت کی وجہ سے عذاب قبر کا خوف

۱۲۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے تو ہمیں مالِ غنیمت میں نہ سونا ملا اور نہ چاندی۔ ہمیں صرف مال اور چیزیں، (مویشی اور زمینیں) غنیمت میں ملیں۔ پھر ہم وادی قریٰ کی طرف لوٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غلام تھا جو آپ کو بنو ضبیب کے ایک آدمی رفاعہ بن زید نے دیا تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

....

۱۲۷) صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من النیاحة علی المیت۔ ح ۱۲۹۲

۱۲۸) صحیح، متفق علیه، دیکھئے حدیث سابق: ۱۲۷

۱۲۹) صحیح البخاري، کتاب الایمان والنذور، باب هل یدخل فی الأیمان والنذور الأرض والغنم والزروع والأمتعة، ح ۶۷۰۷، صحیح مسلم، الایمان، باب غلظ تحریم الغلول: ح ۱۱۵۔

تنبیہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مدرسوں، مسجدوں اور وقف شدہ مال دھوکے سے کھا جاتے ہیں، انھیں بہت بڑا اور دردناک عذاب دیا جائے گا۔ مدارس و مساجد و اوقاف کے منتظمین کو چاہیے کہ آمدن و خرچ کا مکمل اور صحیح صحیح حساب رکھیں ورنہ پھر جہنم کی آگ کے بارے میں سوچ لیں۔ والعیاذ باللہ (حافظ زبیر علی زئی)

سواری کے کجاوے کو پکڑے ہوئے تھا کہ اچانک ایک (نامعلوم) غیر ارادی تیر اسے آ لگا تو وہ مر گیا۔ لوگوں نے کہا: اسے جنت کی خوشخبری ہو (یعنی وہ شہید ہو گیا ہے۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر گز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے خیبر والے دن، مال غنیمت میں سے وہ چادر چھپائی ہے جو اس کے حصے میں نہیں تھی۔ وہ آگ بن کر اسے لپٹی ہوئی ہے (یہ سن کر) ایک آدمی ایک تسمہ یا دو تسمے لے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک تسمہ آگ کا ہے، یا یہ دو تسمے آگ کے ہیں۔'' اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۰) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو بنو عبدالاشہل کے پاس جا کر مغرب تک، ان سے باتیں کرتے رہے۔ راوی نے (لمبی) حدیث ذکر کی اور اس میں یہ (بھی) ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لیکن یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے، جسے میں نے بنو فلاں کے صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا تھا تو اس نے ایک کمبل چرا لیا، جواب اسے آگ میں سے لپٹا (کر جلا رہا) ہے۔''

باب ۱۷: قرض (باقی رہنے) میں عذاب قبر کا خوف

۱۳۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن کی روح، قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے جب تک وہ قرض ادا نہ ہو جائے۔''

....

۱۳۰) حسن، سنن النسائی کتاب الإمامة، باب الإسراع الی الصلوٰة من غير سعي، ح ۸۶۳، ۸٦٤، اسے ابن خزیمة (۵۲/۴، ح ۲۳۳۷) نے صحیح کہا ہے۔ ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ منبوذ اور فضل کو ابن حبان (۵۲۴/۷، ۲۹۵/۵) اور ابن خزیمہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اس مفہوم کے دیگر شواہد بھی ہیں۔

۱۳۱) صحیح، سنن الترمذی، کتاب الجنائز باب ماجاء عن النبی ﷺ قال: نفس المؤمن معلقة بدينه: ۱۰۷۸ اسے حاکم (۲۶/۲، ۲۷) و ذہبی نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھئے: موارد الظمآن (۱۱۵۸) وغیرہ۔

۱۳۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ہی) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک مؤمن پر قرض باقی رہتا ہے اس کی روح لٹکی رہتی ہے۔''

۱۳۳) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہاں بنوفلاں کا کوئی آدمی ہے؟'' آپ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی، کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص فوت ہوا ہے اسے اس کے قرض کی وجہ سے جنت میں جانے سے روک دیا گیا ہے۔ اگر چاہتے ہو تو فدیہ دے دو (یعنی اس کا قرض اتار دو) اور اگر چاہتے ہو تو اسے اللہ کے عذاب کے لیے چھوڑ دو۔''

۱۳۴) سیدنا جابر بن عبداللہ (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی فوت ہوا تو ہم نے اسے غسل دیا، خوشبو لگائی اور کفن پہنایا۔ پھر ہم اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تاکہ آپ اس کا جنازہ پڑھائیں۔

آپ نے ایک قدم (آگے) رکھا، پھر فرمایا: ''کیا اس پر قرض ہے؟'' ہم نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''تم اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو (میں نہیں پڑھتا)'' ابوقتادہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا قرض میرے اوپر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ تیرے اوپر قرض خواہ کا حق اور مرنے والے کی برائت ہے؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں: تو آپ نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ دوسرے دن (ابوقتادہ) کو ملے تو فرمایا: ''ان دو دیناروں کا کیا ہوا؟'' انھوں نے کہا:

....

۱۳۲) صحیح، سنن الترمذی: ۱۰۷۹، سنن ابن ماجه: ۲۴۱۳، نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۳۱۔ یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

۱۳۳) صحیح، مسند احمد (۵/ ۱۱، ۱۳) اسے حاکم (۲/ ۲۵) وذہبی نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ نیز سنن ابی داود (۳۳۴۱) میں اس کی دوسری سند بھی ہے۔

۱۳۴) إسناده حسن.

مسند احمد (۳/ ۳۳۰) اسے حاکم (۳/ ۵۸) وذہبی نے صحیح قرار دیا اور حافظ ہیثمی نے کہا: اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/ ۳۹) اس روایت کے کئی شواہد بھی ہیں، لہٰذا حدیث صحیح ہے۔

یا رسول اللہ! وہ آدمی تو کل فوت ہوا ہے، پھر آپ اسے دوسرے دن ملے تو پوچھا: ''ان دو دیناروں کا کیا ہوا؟'' تو انھوں (ابوقتادہ) نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے وہ (قرض والے دینار) ادا کر دیے ہیں: تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آج اس (مرنے والے کے جسم) کی جلد ٹھنڈی ہوئی ہے۔''

باب ۱۸: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عذاب قبر سے محفوظ رہنے کی امید ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے نیک کام کئے تو وہ اپنے آپ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ﴾ [الروم: ٤٤]

مجاہد (تابعی، مفسر) نے کہا: یہ آیت قبر کے بارے میں ہے (یعنی قبر کے عذاب سے بچنے کی تیاری کر رہے ہیں)

۱۳۵) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ ان لوگوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے جو اس سے (مڑ کر) واپس چلتے ہیں۔ اگر مؤمن تھا تو نماز اس کے سر کے قریب آ جاتی ہے اور روزے دائیں طرف، زکوٰۃ بائیں طرف اور نیکیوں کے کام، صدقہ، صلہ رحمی، معروف اور لوگوں کے ساتھ احسان اس کے قدموں کے پاس آ جاتے ہیں۔ اس کے سر کی طرف سے آیا جاتا ہے (یعنی عذاب کا فرشتہ آتا ہے) تو نماز کہتی ہے:

میری طرف سے تم نہیں آ سکتے، پھر دائیں طرف سے آتا ہے تو روزے کہتے ہیں: ادھر سے تم نہیں آ سکتے، پھر بائیں طرف سے آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے تم نہیں آ سکتے، پھر اس کے پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو نیکیوں کے کام: صدقہ، صلہ رحمی، معروف اور لوگوں کے ساتھ احسان کہتے ہیں: یہاں سے تم نہیں آ سکتے۔'' اور (راوی نے) لمبی حدیث بیان کی ہے۔

....

۱۳۵) حسن، دیکھئے حدیث سابق: ۶۴ یہ روایت تفصیلاً گزر چکی ہے۔ والحمد للہ

۱۳۶) مجاہد (تابعی) نے آیت باری تعالیٰ: ﴿فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''پس وہ اپنے آپ کے لئے تیاری کر رہے ہیں'' سے متعلق فرمایا: قبر میں (یعنی اس تیاری کا فائدہ قبر میں ہے۔)

باب ۱۹: رباط (جہاد کی تیاری) میں قبر کے فتنے سے محفوظ رہنے کی امید

۱۳۷) سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''ایک دن رات کی جہاد کی تیاری، ایک مہینے کے روزے اور قیام کی طرح ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس رباط (جہاد کی تیاری) کا اجر جاری رہتا ہے اور وہ (قبر کے) فتنے سے بچ جاتا ہے اور اس کا جنت میں رزق جاری رہتا ہے۔''

۱۳۸) اسی سابقہ سند سے روایت ہے کہ ''ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا عمل جو وہ کرتا تھا، اس کا اجر جاری رہتا ہے اور وہ (قبر کے) فتنے سے بچ جاتا ہے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۹) فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مرنے والے کا عمل ختم ہو جاتا ہے، سوائے مرابط (جہاد کی تیاری کرنے والے) کے۔ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔''

....

۱۳۶) حسن، جامع البیان للطبری (۲۱/ ۳۳، ۳٤)، حلیة الاولیاء ۳/ ۲۹۷ ۔ابن ابی نجیح نے ابن جریر کے ہاں سماع کی تصریح کر دی ہے اور باقی سند حسن ہے۔

۱۳۷) صحیح ، دیکھئے حدیث سابق: ۱۳۸

۱۳۸) صحیح مسلم ، کتاب الامارة ، باب فضل الرباط فی سبیل الله (ح ۱۹۱۳)

۱۳۹) صحیح، سنن ابی داود ، کتاب الجهاد، باب فی فضل الرباط ح ۲۵۰۰ ، سنن الترمذی : ح ۱۶۲۱ ، و قال : حسن صحیح نیز ابن حبان (موارد: ۱۶۲۴) حاکم (۲/ ۷۹) اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔

باب۲۰: اللہ کے راستے میں شہادت کی وجہ سے اس بات کی امید کہ آدمی قبر میں اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۴۰) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (کافروں کے) رعل، ذکوان، لحیان، اور اللہ اوراس کے رسول کے نافرمان (قبیلوں) پرتیس دن بددعا کی۔ جنہوں نے صحابہ کو بئر معونہ میں شہید کیا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بئر معونہ (معونہ کنوئیں) کے شہداء کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا جسے ہم پڑھتے تھے، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئ: ہماری قوم کو بتادو (پہنچادو) کہ بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی۔ تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۴۱) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دیں۔ وہ جنت کی نہروں پر پھرتے ہیں۔ جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں جا کر آرام کرتے ہیں۔ جب انھوں نے اپنے کھانے، پینے اور قیلولے کی نعمتیں دیکھیں تو کہا: کون ہمارے (دنیا والے) بھائیوں تک پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں، ہمیں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ میدان جنگ اور جہاد سے پیچھے نہ رہیں، تو اللہ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے پہنچادوں گا، پھر اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۝﴾

....

۱۴۰) صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب فضل قول الله تعالىٰ: ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا ح ٢٨١٤، صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب استحباب القنوت في جميع الصلوة اذا نزلت بالمسلمين نازلة ح٦٧٧/ ٢٩٧۔

۱۴۱) حسن، مسند احمد (١/ ٢٦٥، ٢٦٦) اسے حاکم (٢/ ٨٨) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔
یہ روایت شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔

’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انھیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔‘‘ الخ [ال عمران: ۱۶۹-۱۷۱]

اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۷۳)

۱۴۲) سیدنا قیس الجزامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک (اللہ کی راہ میں) مقتول کے لیے اللہ کے ہاں چھ انعامات ہیں: اس کے خون کا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ ہی اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اسے قبر کے عذاب سے بچا لیا جاتا ہے۔ اسے کرامت (بزرگی) کا لباس پہنایا جاتا ہے اور وہ اپنا جنت والا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ اسے بڑے (عذاب کے) ڈر سے بچا لیا جاتا ہے اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔‘‘

باب ۲۱: سورۃ الملک کی تلاوت میں عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کی امید

۱۴۳) سیدنا عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا تو (عذاب کے فرشتے) اس کی قبر کی اطراف سے آئے۔ قرآن پاک کی ایک سورت اس کا دفاع کر رہی تھی حتی کہ اس نے انھیں روک دیا۔ (راوی مرہ بن شرجیل نے) کہا: میں اور مسروق (تابعی) نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سورۃ تبارک (الملک) ہے۔

۱۴۴) مسروق (تابعی) سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: سورۃ تبارک نے اپنے پڑھنے والے کا دفاع کیا حتی کہ اسے جنت میں داخل کر دیا۔

۱۴۵) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ تبارک (الملک) روکنے والی ہے۔ وہ اللہ کے اذن سے عذابِ قبر سے روکے گی۔ جب آدمی کے سر کی طرف سے آیا جاتا

....

۱۴۲) صحیح، مسند احمد (۴/ ۲۰۰) اس کے شواہد کے لیے دیکھئے سنن الترمذی (۱۶۶۳) وغیرہ۔

۱۴۳) إسناده حسن.

۱۴۴) حسن، دیکھئے حدیث سابق: ۱۴۳

۱۴۵) إسناده حسن، اسے حاکم (۲/ ۴۹۸) اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔

ہے تو یہ اسے (عذاب کے فرشتے کو) کہتی ہے: تجھے اس پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس نے سورت الملک میں دعا کی ہے۔ اس کے پاؤں کی طرف سے آیا جاتا ہے تو پاؤں کہتے ہیں: یہاں سے تم نہیں آسکتے۔ بلاشبہ یہ رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے زیادہ کیا اور بہت اچھا کیا۔

۱۴۶) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے کسی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ قبر ہے۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے اسے آخر تک پڑھ لیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:

یارسول اللہ! میں نے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ قبر ہے تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے اسے آخر تک پڑھ لیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ روکنے والی ہے۔ یہ نجات دینے والی ہے۔ یہ قبر کے عذاب سے نجات دے گی۔'' اس حدیث کی روایت صرف یحییٰ بن عمرو بن مالک نے کی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس سورۃ کے پڑھنے کی فضیلت میں ایک دوسری حدیث (بھی) مروی ہے۔ جس کی سند حسن ہے۔

۱۴۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن میں تیس آیتوں والی ایک سورۃ ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کی سفارش کی حتیٰ کہ اللہ نے اسے بخش دیا۔ یہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (سورۃ الملک) ہے۔''

....

۱۴۶) **إسناده ضعيف**، سنن الترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل سورة الملك، ح ۲۸۹۰، نیز ترمذی نے فرمایا: "غريب من هذا الوجه".

۱۴۷) **إسناده حسن**، سنن الترمذی: ۲۸۹۱ امام ترمذی نے کہا: "هذا حديث حسن" اسے ابن حبان (موارد: ۱۷۶۶، ۱۷۶۷) حاکم (۲/ ۴۹۷، ۴۹۸) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ المعجم الکبیر میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

باب ۲۲: پیٹ کے مرض میں مرنے والے کے بارے میں یہ امید کہ وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۴۸) عبداللہ بن یسار سے روایت ہے کہ میں سلیمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دونوں نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو پیٹ کی بیماری سے فوت ہوا تھا۔ دونوں یہ چاہتے تھے کہ اس کے جنازے میں شامل ہوں۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے (یہ) نہیں فرمایا، یا آپ نے انھیں فرماتے نہیں سنا کہ ''جو آدمی پیٹ کی بیماری سے مر جائے اسے قبر میں عذاب نہیں ہوتا؟'' تو دوسرے نے کہا: جی ہاں (سنا ہے۔)

۱۴۹) عبداللہ بن یسار الجہنی سے روایت ہے کہ: میں سلیمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سلیمان نے کہا: اللہ تیری مدد کرے، تو اس نیک آدمی کے بارے میں ہمیں کتنا تنگ کرتا تھا، کیا تو اس کا جنازہ پڑھے گا؟

میں نے کہا: اور وہ شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا تھا تو ہم جلدی جلدی پہنچے۔

سلیمان نے خالد کی طرف منہ کر کے کہا: کیا تو نے نبی ﷺ کو فرماتے نہیں سنا کہ ''جو پیٹ کے مرض میں فوت ہو جائے اسے قبر میں عذاب نہیں دیا جاتا۔'' تو انھوں نے کہا: جی ہاں (سنا ہے)

۱۵۰) ایک دوسری سند سے بھی یہی روایت مروی ہے جس میں یہ ہے کہ ''جس کو اس کا پیٹ مار دے اسے قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔''

....

۱۴۸) **إسناده صحیح**، سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب من قتله بطنه، ح ٢٠٥٤، مسند الطیالسی: ١٢٨٨ ۔ اسے ابن حبان (الاحسان ۲۹۲۲) نے صحیح کہا ہے۔

۱۴۹) **صحیح**، دیکھئے حدیث: ۱۵۰۔

۱۵۰) **صحیح**، المعجم الکبیر للطبرانی ٤/ ١٩٠، ح ٤١٠٣، ١٤٩، نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۴۸، ۱۴۹۔

۱۵۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو (پیٹ کا) مریض مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور قبر کے (عذاب اور) دونوں فتنوں سے بچ جاتا ہے۔‘‘
ابو عبداللہ اور ابو سعید کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اسے جنت کا رزق ملتا ہے۔ اس روایت کے ساتھ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی منفرد ہے (یعنی کسی اور نے یہ روایت بیان نہیں کی)

باب ۲۳: جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہونے والے کے لیے قبر کے فتنے سے محفوظ رہنے کی امید

۱۵۲) عبدالرحمٰن بن قحذم سے روایت ہے کہ عیاض بن عقبہ کا بیٹا جمعہ کے دن فوت ہو گیا تو انھیں اس (بیٹے کی وفات) کا بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔ صدف کے ایک (سچے) آدمی نے انھیں کہا: اے ابو یحییٰ! کیا میں آپ کو وہ خوشخبری نہ سنا دوں جو میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے سنی ہے۔ میں نے انھیں یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو مسلمان جمعہ کی رات کو فوت ہو جاتا ہے تو وہ قبر کے فتنے سے بری (محفوظ) ہو جاتا ہے۔‘‘
یہ روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

۱۵۳) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص جمعہ کے دن یا رات کو فوت ہو جائے تو وہ قبر کے فتنے (اور عذاب) سے محفوظ ہو جاتا ہے۔‘‘
یہ موقوفاً (بھی) مروی ہے۔

....

۱۵۱) إسناده **ضعیف جدًا**، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز باب ما جاء فیهن مات مریضاً، ح ۱۶۱۵، کتاب الموضوعات لابن الجوزی (۳/۲۱۶) ابراہیم بن محمد الاسلمی سخت ضعیف راوی ہے اور وہ اس حدیث کا انکار کرتا تھا۔

۱۵۲) **حسن**، المعرفة والتاریخ للفاسی ۲ / ۵۱۹، ۵۲ سنن الترمذی (۱۰۷۴) میں اس کی دوسری سند بھی ہے۔

۱۵۳) **حسن**، مسند احمد ۲ / ۱۷۶، ۲۲۰ ح ۷۰۵۰۔ یہ شواہد کے ساتھ حسن ہے۔

۱۵۴) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن فوت ہو جائے تو وہ (قبر کے) فتنے سے بچ جاتا ہے۔ یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (بھی) مروی ہے۔

۱۵۵) عکرمہ بن خالد المخزومی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے تو اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اور وہ عذاب قبر سے بچ جاتا ہے۔

باب ۲۴: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کہ قبر وسیع اور منور ہو جائے

۱۵۶) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس تشریف لائے تو اُن کی آنکھیں (وفات کے بعد) کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے اُن کی آنکھیں بند کیں، پھر فرمایا: ''جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھ اس کے پیچھے چلتی ہے (یعنی وہ فوت ہو گئے ہیں)'' تو ان کے گھر والوں میں سے (بعض) لوگوں نے زور سے رونا شروع کر دیا۔

آپ نے فرمایا: ''اپنے آپ پر خیر کی بھی دعا کرو، کیونکہ فرشتے تمھاری آوازوں پر آمین کہتے ہیں۔'' پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! ابو سلمہ کو بخش دے، اور ان کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر، اے رب العالمین! اس کے گناہ معاف کر دے اور ہمارے بھی۔ اے اللہ! اس کی قبر کو کھول دے اور اس میں (خوب) روشنی کر۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۵۷) اسی سند سے دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خالد (الحذاء، راوی) نے کہا: ایک اور، ساتویں دعا بھی روایت میں تھی جو مجھے یاد نہیں رہی ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

۱۵۴) حسن، یہ شواہد کے ساتھ حسن ہے۔

۱۵۵) إسناده ضعيف، عبداللہ بن مؤمل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ

۱۵۶) صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فی اغماض الميت والدعاء له إذا حضر: ح ۹۲۰۔

۱۵۷) صحيح، دیکھئے حدیث سابق: ۱۵۶

ابوالحسن انبالوی

ماہِ محرم کے دو روزے؟

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰ والسلام علیٰ رسوله الأمین ، أما بعد:

سیّدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ((یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ)) ''یہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۱۶۲)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے (روزہ رکھنے کی) وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا: یہ ایک اچھا دن ہے، اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی، موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس (دن) کا روزہ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ کے ساتھ (مناسبت کے اعتبار سے) میں زیادہ حق رکھتا ہوں۔'' تو آپ نے روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۴ ، صحیح مسلم : ۱۱۳۰)

جمہور کے نزدیک یوم عاشوراء سے مراد ماہ محرم کا دسواں دن ہے۔ دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (۸/ ۱۲)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

ابتدائے اسلام میں یوم عاشوراء کا روزہ فرضیت کا درجہ رکھتا تھا، لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت ساقط ہوگئی تاہم فضیلت برقرار ہے۔

یہودیوں کی مخالفت ......مگر کیسے؟

رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا (تو صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ یہود ونصاریٰ کی تعظیم وتکریم کا دن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ)) ''آیندہ سال ہم ان شاءاللہ ۹ محرم کا روزہ رکھیں گے۔''

(صحيح مسلم: ١١٣٤)

قارئین کرام! اس سلسلے میں تقریباً تین موقف معروف ہیں، ہم ترتیب واران تینوں کو مع دلائل نقل کریں گے، پھر راجح موقف بھی واضح کریں گے۔ ان شاءاللہ

پہلا موقف: ......صرف ۹ محرم کو روزہ رکھا جائے گا۔ درج بالا حدیث بھی اسی پر دال ہے، نیز اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب عاشوراء کے روزے سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: جب تم محرم کا چاند دیکھ لو تو دن شمار کرتے رہو اور نویں تاریخ کو روزہ رکھو۔ (صحيح مسلم: ١١٣٣)

یہ موقف رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ مرفوع حدیث اور صحابی کے قول سے یہ تعین ہو جاتا ہے کہ روزہ صرف ۹ محرم کا رکھا جائے گا اور اس سے یہود کی مخالفت بھی ہو جائے گی۔

دوسرا موقف: ......روزہ ۱۰ محرم کو رکھنا چاہیے، البتہ یہودیوں کی مخالفت کی بنا پر ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی ملانا چاہیے اور ان کی دلیل درج ذیل ہے: ''یوم عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو (لہٰذا) ایک دن پہلے یا بعد کا (بھی) روزہ رکھو۔''

(مسند احمد ١/ ٢٤١، ح ٢١٥٤، ابن خزيمة: ٢٠٩٥)

لیکن یہ روایت داود بن علی کی وجہ سے ضعیف ہے، لہٰذا اس روایت سے ۱۰ اور ۱۱ محرم کو روزہ رکھنے کا استدلال درست نہیں، تاہم ۹ اور ۱۰ کی وضاحت تیسرے موقف میں آرہی ہے۔

تیسرا موقف: ......۹ اور ۱۰ محرم کے دو روزے رکھنا مستحب ہیں اور ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱: سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشوراء کے روزے کا

حکم دیتے، اس کی ترغیب دیتے اور اس کا (خوب) اہتمام فرماتے۔ جب رمضان (کا روزہ) فرض کر دیا گیا تو نہ آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع کیا اور نہ اس کا (خاص) اہتمام کیا۔ (صحیح مسلم : ۱۱۲۸)

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: "عَاشُوْرَاءُ یَوْمُ الْعَاشِرِ" عاشوراء (محرم کا) دسواں دن ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/ ۵۹ وسندہ صحیح) اور جمہور کے نزدیک بھی یہی مسلّم ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ عاشوراء ۱۰ محرم ہے تو درج بالا حدیث سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم، یعنی یوم عاشوراء کے روزے سے کبھی منع نہیں فرمایا، لہٰذا اس کی ممانعت پر محض عدم سے استدلال درست نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ۹ محرم کو بھی عاشوراء قرار دیا ہے تو یہ صرف عاشوراء (دس محرم) سے نسبت کی بنا پر کہا ہے، کیونکہ وہ ۹ اور ۱۰ محرم کے روزے کے قائل ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۲: سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے دورِ خلافت میں) مدینہ آئے تو انھوں نے عاشوراء کے دن خطبہ دیا، پھر فرمایا: تمھارے علماء کہاں ہیں؟ اے مدینہ والو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ اس دن کے بارے میں فرما رہے تھے: "یہ عاشوراء کا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن کا روزہ تم پر فرض نہیں کیا (لیکن) میں روزے سے ہوں، لہٰذا تم میں سے جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ نہ رکھے۔" (صحیح مسلم : ۱۱۲۹)

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عاشوراء کے روزے سے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنا، اس امر کی دلیل ہے کہ عہدِ صحابہ میں بھی دس محرم کا روزہ مشروع تھا اور یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء (دس محرم ہی) کو روزہ رکھا تھا۔

۳: یوم عاشوراء کے روزے سے متعلق سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "خَالِفُوْا الْیَھُوْدَ وَصُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ" یعنی یہود کی مخالفت کرو اور ۹۔۱۰ (محرم کو) روزہ رکھو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۲۸۷، مصنف عبد الرزاق : ۷۸۶۹

وسندہ صحیح)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ سے درج ذیل امور کا پتا چلتا ہے:

- آپ کے نزدیک عاشوراء صرف ۹ محرم نہیں بلکہ ۹ اور ۱۰ ہے اور اس کی وجہ تسمیہ ہم بیان کر چکے ہیں۔
- ۱۰ محرم کا روزہ مشروع و مسنون ہے۔
- یہود کی مخالفت کرنے کی غرض سے ۹ محرم کا روزہ بھی مشروع ہے۔
- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی بعض روایات میں اور آپ کے اپنے ایک قول میں صرف ۹ محرم کا ذکر ہے، جبکہ درج بالا قول میں ۹ اور ۱۰ دونوں کا ذکر ہے، لہٰذا اسی قول پر فتویٰ و عمل ہوگا، کیونکہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں اور عدم ذکر سے استدلال اہل علم کو لائق نہیں ہے۔

۴: سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ إِلَى قَابِلٍ صُمْتُ التَّاسِعَ مَخَافَةَ أَنْ يَفُوْتَنِي يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ)) ''اگر آیندہ سال تک زندگی ہوئی تو میں ان شاء اللہ ۹ محرم کو روزہ رکھوں گا، اس اندیشے کے پیش نظر کہ مجھ سے یوم عاشوراء (کے روزے کی فضیلت) نہ رہ جائے۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۸۱۷ وسندہ حسن)

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ یوم عاشورا، دس محرم ہے وہاں یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت و اہمیت بھی واضح ہے۔

ایک عجیب اعتراض:

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب ۱۰ محرم کا روزہ رکھ لیا، پھر یہود کی مخالفت تو نہ ہوئی لہٰذا سرے سے ۱۰ محرم کو روزہ ہی نہ رکھا جائے۔

واضح نصوص کے مقابلے میں اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن ہم ایک پہلو سے اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔(سنن ابی داود : ۲۴۲۱ وسندہ حسن) امام ترمذی رحمہ اللہ ممانعت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں: ”لِأَنَّ الْيَهُوْدَ يُعَظِّمُوْنَ يَوْمَ السَّبْتِ“ کیونکہ یہود ہفتے کے دن کی تعظیم کرتے ہیں۔“(سنن الترمذی : ۷۴۴) لیکن اگر ہفتے کے ساتھ اتوار کا روزہ بھی رکھ لیا جائے تو یہ جائز ہے۔

(دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ قبل حدیث : ۲۱۶۷)

واضح رہے کہ ۱۰ محرم کا روزہ نہ رکھ کر یہود کی مخالفت مراد نہیں، بلکہ ۱۰ کے ساتھ ۹ محرم کا بھی روزہ رکھ کر مخالفت ثابت ہوگی۔

راجح موقف:

پہلے موقف میں مذکور احادیث اور تیسرے موقف کے دلائل کی رو سے ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ ۹ اور ۱۰ محرم کا روزہ مستحب و مسنون ہے۔

معروف عربی عالم دین الشیخ احمد بن عبداللہ لکھتے ہیں: ”وَمِنَ الْأَخْطَاءِ صِيَامُ يَوْمِ التَّاسِعِ فَقَطْ“ صرف ۹ محرم کا روزہ رکھنا خطا ہے۔(بدع واخطاء تتعلق بالأيام والشهور، ص ۲۲۴)

یعنی ۹ اور ۱۰ محرم کے دو روزے رکھنے چاہئیں۔ واللہ اعلم

دورانِ خطبہ میں بھی دو رکعتیں پڑھنا مسنون ہیں

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا، جبکہ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے (اس سے) پوچھا: ”کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز ادا کر لی ہے؟“ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ”اٹھو اور دو رکعت نماز پڑھو۔“(صحیح بخاری : ۹۳۱، صحیح مسلم : ۲۰۱۸)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

"مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہ" کا صحیح مفہوم

(قسط:۶)

سیالوی صاحب اور کلیات

سیالوی صاحب کی اس تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ منطق کے بعض کلیات سے بھی کچھ واقفیت رکھتے ہیں، خواہ ان کے انطباق میں جناب کو منہ کی کھانی پڑے۔ بہر حال ایسے ہی کچھ کلمات پیش کرتے ہوئے لکھا: "اس آیت سے اگرچہ صرف داوٗد علیہ السلام کی خلافت ثابت ہوتی ہے حالانکہ اہل سنت کا دعویٰ تو یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بااختیار ہیں۔ لیکن یہ دلیل ہم نے اس بنا پر پیش کی ہے کہ وہابی حضرات سالبہ کلیہ کے مدعی ہیں کہ کوئی نبی ولی کسی شی کا اختیار نہیں رکھتا تو یہاں سے داوٗد علیہ السلام کا زمین میں بااختیار ہونا ثابت ہو گیا تو ان کا سالبہ کلیہ کا دعویٰ غلط ثابت ہو گیا کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے" (ص۱۸۳)

جواب: سب سے پہلے تو یہ عرض ہے کہ یہ اہل حق پر بہت بڑا بہتان ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے کسی شی کا اختیار تسلیم نہیں کرتے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا جتنا چاہا اختیار دیا۔ تو اس لحاظ سے ان کا بنایا سالبہ کلیہ نرا بہتان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلویہ کسب و اسباب سے ہٹ کر بھی بہت اختیارات کے حصول کے مدعی ہیں حتیٰ کہ ان مقربان الٰہی کی وفات کے بعد بھی ان کے لیے ایسے اختیارات مانتے ہیں کہ حاجت روائی، مشکل کشائی کر سکتے ہیں، دھن دولت، شان و شوکت، عزت و ذلت دے سکتے ہیں، غرضیکہ ہر وہ نعمت جس سے اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو نوازتا ہے ایسی بہت سی نعمت دینے پر اختیار رکھتے ہیں۔ یہ عقیدہ کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ لوگ جو اپنے ایسے عقیدے کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے کچھ نام نہاد دلائل پیش کرتے بھی ہیں ان سے یہ عقیدہ ثابت ہی نہیں ہوتا۔

اب رہا مسئلہ کلیات کا تو سیالوی صاحب نے جو اپنا دعویٰ پیش کیا ہے کہ ''تمام انبیاء علیہم السلام با اختیار ہیں'' ان کا یہ دعویٰ کلیات کے اعتبار سے ''موجبہ کلیہ'' ہے جس کی نقیض ''سالبہ جزئیہ'' بھی ہو سکتی ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں بریلوی توضیحات و اعتراضات سے یہ بات نقل کر آئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ''اللہ کے سوا جن سے دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ تکلیف دور کر سکتے ہیں نہ ہی ٹال سکتے ہیں'' اس کی تفسیر میں بہت سے دیگر مفسرین کی طرح سعیدی صاحب نے لکھا:

''بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور عزیر کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تم سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ تم کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں۔'' (تبیان القرآن ۶/۷۴۵)

اگرچہ قرآنی آیات میں اللہ کے علاوہ ہر ایک کی نفی ہے لیکن بریلوی تفسیر سے بھی سیدنا عیسیٰ و سیدنا عزیر علیہما السلام کے ایسے اختیار، قدرت و تصرف کی نفی ہو رہی ہے، ان کی مسلمات کے مطابق بھی یہ کم از کم ''سالبہ جزئیہ'' ہے۔ اور ''سالبہ جزئیہ'' موجبہ کلیہ کے رد کو کافی ہے۔ ان کا دعویٰ تو غلط ثابت ہو ہی گیا کہ یہ کل کے مدعی ہیں جبکہ بعض کی نفی خود ان کے اعتراف کے مطابق بھی ہوتی ہے، لہٰذا کلیات کا سہارا بھی انہیں مفید نہیں ہے۔

دسواں سیالوی مغالطہ:

اس کے بعد سیالوی صاحب نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس دعا کی قبولیت اور عطا کردہ سلطنت کا ذکر کر کے لکھا:

''اس آیت کریمہ اور شبیر احمد عثمانی کی تفسیر سے بھی ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام من دون اللہ میں داخل نہیں'' (ص:۱۸۴)

جواب: سورۂ صٓ: ۳۵ تا ۳۹ میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا اور رب کی عطا کا ذکر ہے اس سے کس کافر کو انکار ہے؟ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر ایسی بادشاہت عطا فرمائی کہ جو کسی دوسرے فرد کو عطا نہیں کی، لیکن اس آیت میں ایسی کوئی بات

نہیں کہ انبیاء علیہم السلام ''من دون اللّٰہ'' میں داخل نہیں! حسب معمول سیالوی صاحب نے اختیار والی بات سے استدلال کیا ہے تو اس کا جواب ہم دے آئے ہیں کہ کچھ نہ کچھ اختیار تو ہر انسان کو حاصل ہے۔

گیارہواں سیالوی مغالطہ: لکھا ہے:

''ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ﴾ (آل عمران: ۲۶) اے حبیب! آپ فرما دیجئے کہ اے اللہ تو ہی پورے ملک کا مالک ہے اور جس کو چاہے سارا ملک عطا فرما دے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے پورا ملک بھی عطا فرما سکتا ہے...تو واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام من دون اللہ میں شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ (من دون اللہ) تو کسی ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی عطا سے پوری کائنات کے مالک ہیں، جس طرح مولوی محمود الحسن نے اپنی کتاب ادلہ کاملہ میں لکھا ہے کہ...'' (ص ۱۸۴)

جواب: اللہ تعالیٰ جسے چاہے پورا ملک ''عطا فرما سکتا ہے'' اور ''عطا فرما دیا'' دونوں میں بہت فرق ہے، کسی بھی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو پوری کائنات کا مالک بنا دیا ہے۔ ہاں البتہ یہ مولوی سیالوی صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کا دعویٰ ضرور ہے لیکن محض دعویٰ دلیل نہیں ہوتا۔ پھر ہم گزشتہ صفحات میں عرض کر آئے ہیں کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت بھی مخصوص قوم اور مخصوص علاقوں اور مخصوص وقت تک کے لیے تھی اور مخلوق میں نبوت سے بڑھ کر افضل کیا چیز ہو سکتی ہے، جب اُن کی نبوت بھی پوری زمین کے لوگوں کے لیے نہ تھی تو ان میں سے جن انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر ملوکیت عطا فرمائی وہ پوری کائنات کے لئے کس طرح ہو سکتی ہے؟

پھر مولوی سیالوی صاحب نے اپنی اس کتاب کے ص (۱۸۳) سورۂ صٓ کی آیات ۳۵ تا ۳۹ نقل کی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو جیسی بادشاہت عطا فرمائی ایسی بادشاہت کسی کو عطا نہیں کی، اگر سب ہی انبیاء علیہم السلام پوری کائنات

کے مالک تھے تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بادشاہت کی خصوصیت کیا رہی؟ (نعوذ باللہ) حالانکہ قرآن مجید تو ان کی بادشاہت کی خصوصیت کو بیان کرتا ہے۔ فرضِ محال اگر سب کے لیے کائنات کی ملوکیت ثابت ہو تب بھی یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام من دون اللہ، یعنی اللہ کے سوا نہیں جبکہ متعدد آیات سے ثابت ہے کہ "من دون اللّٰہ" میں انبیاء بھی شامل ہیں۔

بارہواں سیالوی مغالطہ: لکھا ہے:

"من دون اللّٰہ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿مَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ﴾ (التوبہ:۱۱٦) تمہارا اللہ کے علاوہ نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی دوست۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو من دون اللہ ہیں وہ کسی کی مدد کرنے پر قادر نہیں ہیں" (ص ۱۸۵)

جواب: کس قدر مہمل بات ہے جو سیالوی صاحب نے لکھ ڈالی، ان کی اس تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال سے مخلوق میں "من دون اللّٰہ" ایک مخصوص قسم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، یقیناً ایسا نہیں ہے، پھر اس آیت میں "من دون اللّٰہ" کے الفاظ تو ہیں لیکن کسی خاص مخلوق کے لیے نہیں بلکہ خود سیالوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق بھی "اللہ کے علاوہ" کے لئے ہیں، اور اس بات سے تو سیالوی صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے کہ "تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہی ہیں، مخلوق میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں جسے اللہ کہا جا سکے۔ باقی جواب آیندہ مغالطہ کے جواب میں عرض کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

تیرہواں سیالوی مغالطہ:

لکھتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ (آل عمران:۸۱)

یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تصدیق کرنے والے ہوں ہر اُس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تمہیں ان پر ایمان بھی لانا ہوگا اور مدد بھی کرنا ہوگی۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ من دون اللہ میں انبیاء علیہم السلام شامل نہیں، اگر انبیاء علیہم السلام من دون اللہ میں شامل ہوتے تو پھران کو مدد کرنے کی طاقت نہ ہوتی۔'' (ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص:۱۸۵)

جواب: بلاشبہ اس آیت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ تصدیق بھی کریں گے اور نصرت بھی۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ''من دون اللّٰہ'' یعنی ''اللہ کے علاوہ'' نہیں (نعوذ باللہ) اگر مدد کرنے کی طاقت سے سیالوی صاحب کا یہ استدلال ہے جیسا کہ ہے بھی چونکہ لکھا ہے: ''اگر انبیاء علیہم السلام من دون اللہ میں شامل ہوتے تو پھران کو مدد کرنے کی طاقت نہ ہوتی'' تو مولوی صاحب کو چاہیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تمام اہل ایمان امتوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ من دون اللہ میں شامل نہیں (نعوذ باللہ) کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا اللہ کی طرف میرے کون مددگار ہیں، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے (راستہ میں) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں گے ہم مسلمان ہیں'' (ترجمہ از سعیدی صاحب، تبیان القرآن ۲/۱۷۸)

بریلویہ کے ''علامہ ومفسر'' سعیدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو حواری کہتے ہیں'' (تبیان ۲/۱۷۹)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سب کے سب اُن کے حواری اور مددگار بنے تھے''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی اُمی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اُس نُور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب وکامران ہیں'' (ترجمہ از بھیروی صاحب، ضیاء القرآن ۲/۹۲)

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان آپ کی تعظیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت پر فوز و

فلاح کی خوشخبری دی۔اس آیت کے مطابق آپ کی نصرت کا حکم جمیع اہل ایمان کے لیے ہے،اور امتیوں پر نبی ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَ أَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَ يَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ .))

''مجھ سے پہلے جو نبی بھی اللہ نے کسی امت میں بھیجا تو ان کی امت میں ان کے حواری و اصحاب ہوتے تھے جواُن کی سنت اختیار کرتے اور ان کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔''(صحیح مسلم:۵۰)

اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ کوئی بھی نبی علیہ السلام اُن کی امت اگر ہوئی تو وہ ان کے حواری یعنی مخلص و مددگار رہے۔بعض احادیث میں ہے کہ کسی نبی علیہ السلام پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا تو وہ مستثنیٰ ہیں۔ بہرحال ہر وہ نبی علیہ السلام جن کے امتی ہوئے تو وہ اپنے نبی کے مددگار رہے۔

اب سیالوی صاحب جس طرح کے انوکھے استدلال کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ کہیں تمام امتوں کے لوگ جو کسی نہ کسی درجہ میں اپنے نبی علیہ السلام کے مددگار رہوئے وہ سب کے سب اور نبی مکرم ﷺ کے بھی تمام اہل ایمان امتی ''من دون اللّٰہ'' میں شامل نہیں ہیں، اللہ کے علاوہ نہیں ہیں۔نعوذ باللہ

پھر بات یہاں پر ختم تو نہیں ہوتی کفار بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اولیاء الشیاطین بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں مولوی سیالوی صاحب کے اس استدلال کے مطابق کفار بھی ''من دون اللّٰہ'' میں شامل نہ ہوئے ،نعوذ باللہ اُن پر بھی ''من دون اللّٰہ'' مطلب ''اللہ کے علاوہ'' کا اطلاق نہیں ہوگا چونکہ اُن میں بھی ''مدد کرنے کی طاقت تو ہے''
(استغفر اللہ)

سیالوی صاحب اگر مسلکی تعصب سے بالاتر ہو کر انصاف سے غور کریں تو مختلف نصوص قرآنی پر غور کرنے سے اُن پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ سورہ توبہ(۱۱۶) میں جس مدد کی نفی ہے وہ سبب سے بالاتر مدد ہے، نہ کہ اس مدد کی نفی ہے جو اسباب کے ماتحت ہے۔

چونکہ پورے قرآن مجید میں غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد کا ثبوت نہیں ملتا اور ماتحت الاسباب مدد کا ثبوت ملتا ہے۔ الغرض سیالوی صاحب کی اس دلیل سے بھی اُنکا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔

چودھواں سیالوی مغالطہ: لکھا ہے:

''ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ﴾ (الحج: ۷۳) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس سے کوئی چیز چھڑا نہیں سکتے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی شان قرآن بیان کرتا ہے کہ ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ﴾ (النمل: ۴۰) کہا اس آدمی نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت آپ کے پاس پیش کرتا ہوں۔

پتہ چلا من دون اللہ کا مقام یہ ہے کہ وہ مکھی سے کوئی چیز چھین نہیں سکتے اور اللہ کے ولیوں کا مقام یہ ہے کہ وہ پلک جھپکنے کے اندر پندرہ سو میل دور پڑے ہوئے تخت کو لا کر پیش کر سکتے ہیں'' (ندائے یارسول اللہ ﷺ ص ۱۸۷)

جواب: سورۂ حج کی آیت: ۷۳ میں کون کون شامل ہیں، یہ تو سیالوی صاحب کے لکھے ترجمے سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ جناب نے ''من دون اللہ'' کا ترجمہ ''اللہ کے علاوہ'' لکھا ہے۔ اردو جاننے اور سمجھنے والے کسی فرد کے لیے بھی یہ سمجھنا قطعاً مشکل نہیں کہ ہر وہ ذات و ہستی خواہ وہ عظمتوں اور فضائل کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوں لیکن اسے ہم اللہ نہیں کہہ سکتے تو وہ اللہ کے علاوہ ہے۔ اور کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو وہ کسی عظیم تر مخلوق کو بھی ''اللہ'' کہنے کی جسارت و گستاخی نہیں کرے گا۔ اور مولوی سیالوی صاحب کا مقصد تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ''من دون اللہ'' میں داخل نہیں، تو کیا وہ صاف لفظوں میں یہ کہنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء ''اللہ کے علاوہ'' نہیں بلکہ اللہ ہیں؟؟ (نعوذ

باللہ) اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اپنے استدلال پر غور کریں کہ اس سے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیت کی تفسیر میں ان کے ''علامہ'' سعیدی صاحب نے لکھا:

''جن صورتوں کی یہ تعظیم اور پرستش کرتے تھے یعنی ستارے، سیارے، فرشتے، انبیاء اور صالحین، ان میں سے ستارے اور سیارے تو مطلقاً کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے ہیں اور اگر ان سے کوئی چیز چھین لی جائے تو اس کو واپس نہیں لے سکتے، رہے فرشتے، انبیاء اور صالحین تو وہ بھی اپنی ذاتی قدرت سے کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی چیز میں کوئی تصرف کر سکتے ہیں، ہر چند کہ حضرت عیسیٰ نے بعض پرندے تخلیق کئے اور بعض مردے زندہ کئے لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے اور اس کی اجازت سے، اسی طرح فرشتے، انبیاء اور صالحٰن کائنات میں تصرف کرتے ہیں مگر اللہ کی دی ہوئی قدرت اور اس کی اجازت سے اور اس کی عطا اور اس کی اجازت کے بغیر نہ یہ بت کچھ بنا سکتے ہیں نہ کچھ تصرف کر سکتے ہیں اور جن ہستیوں کی صورتوں میں یہ بت تراشے گئے ہیں وہ بھی اس کی عطا اور اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی چیز میں کوئی تصرف کر سکتے ہیں''

(تبیان القرآن ۷/۸۰۱)

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ''من دون اللّٰہ'' میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام داخل ہی نہیں تو سعیدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کیوں لکھا کہ ''فرشتے، انبیاء اور صالحین تو وہ بھی اپنی ذاتی قدرت سے کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی چیز میں تصرف کر سکتے ہیں''؟؟؟

سعیدی صاحب کی اس تفسیر سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آیت ان تمام لوگوں کے رد میں بھی ہے جو اللہ کے علاوہ اللہ کے نیک بندوں کی عبادت کرتے ہیں، جیسے نصاریٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اور یہود سیدنا عزیر علیہ السلام اور اسی طرح یہ دونوں اپنے اپنے نیک صالح افراد کی عبادت کرتے ہیں، اسی طرح مشرکین مکہ سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل علیہما السلام اور بعض

دیگر نیک لوگوں کے بت بنا کر اُن کی پرستش کرتے تھے۔ اور یہ باتیں خود ان کے مولویوں کو بھی معلوم ہیں تو نعوذ باللہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان باتوں سے بے خبر ہے؟ نہیں اور قطعاً نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس اور اس جیسی دیگر آیات میں نیک صالحین کا استثناء کیوں بیان نہیں فرمایا؟ اگر ان آیات بینات سے (نعوذ باللہ) نیک صالحین ومقربین الٰہی کی اہانت ہوتی تو استثناء ضرور بیان ہوتا جیسا کہ ہم ابتدا میں سورۂ انبیاء کی آیات ۹۸ تا ۱۰۱ نقل کر آئے ہیں، ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صالحین ومقربین کا استثناء بیان فرمایا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر سیالوی صاحب یا ان کا کوئی ہم مسلک وہم خیال یہ سمجھتا ہے کہ اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی قدرت و طاقت سے صفتِ تخلیق کے حامل تھے یا ہیں اور بہت سی چیزوں کے خالق بھی ہیں تو صاف الفاظ میں اس کا اعتراف کریں اور ان آیات پر بھی غور کریں۔

۱: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ﴾

''اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے''

(الزمر: ۶۲، ترجمہ از بھیروی صاحب ضیاء القرآن ۴/ ۲۸)

جب ہر ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو سیالوی صاحب بتائیں اولیاء کرام کس چیز کے خالق ہیں؟ انہوں نے کیا کیا چیز پیدا فرمائی؟

۲: اللہ نے زمین وآسمان کی تخلیق کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یہ تو ہے اللہ کی تخلیق (اے مشرکو!) اب ذرا دکھاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے اس کے سوا؟ (کچھ بھی نہیں) مگر یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں''

(لقمان: ۱۱، ترجمہ از بھیروی صاحب، ضیاء القرآن ۳/ ۶۰۴)

اس آیت کی تفسیر میں بھیروی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں بھی سیالوی

صاحب اوران جیسے دیگر لوگوں کے لئے نصیحت وعبرت کا وافر سامان ہے، بھیروی صاحب نے لکھا:

''آسمان کا یہ وقیع اور وسیع گنبد جسے تھامنے کے لئے کوئی ستون اور سہارے نظر نہیں آتے، یہ کشادہ زمین اور اس میں گڑے ہوئے فلک بوس پہاڑ، یہ گونا گوں جانور، مناسب اوقات پر بارش کا برسنا، رنگارنگ فصلوں، سبزیوں، درختوں کا اُگنا، پھلنا، پھولنا اور ان کے علاوہ جو کچھ تمہیں نظر آرہا ہے اسے تو اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے تخلیق فرمایا ہے۔ اور تم بھی تو اس کے انکار کی جراءت نہیں کر سکتے۔ اب یہ بتاؤ جن جھوٹے خداؤں کی پوجا پاٹ میں تم روز وشب مشغول رہتے ہو اور انہیں اپنا خدا یقین کرتے ہو۔ اُنہوں نے آخر اپنی قدرت اور حکمت کا کونسا کمال دکھایا ہے کہ تم ان کو بھی خدا ماننے لگے، شرک کے بطلان کی یہ کتنی زبردست اور عام فہم دلیل ہے'' (ضیاء القرآن ۳/۲۰۴)

دیکھ لیجئے سیالوی صاحب! ''جو کچھ تمہیں نظر آرہا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے... تخلیق فرمایا ہے'' تو اولیاء خالق کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر ''جھوٹے خداؤں'' کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ صالحین سچے اور سُچے بندوں کی خدائی کے جو قائل ہیں، نعوذ باللہ وہ صالحین جھوٹے ہیں، ہرگز ہرگز نہیں وہ تو سچے ہی ہیں لیکن انھیں الٰہ بنانا، خدا قرار دینا اور ان کی خدائی کا دعویٰ کرنا مشرکوں کا جھوٹ ہے، تو جو لوگ سیدنا عیسیٰ وسیدنا عزیر، سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسمٰعیل علیہم السلام اور صالحین کرام کی پوجا پاٹ و پرستش کے مرتکب ہوئے اُن سب سے بھی سوال ہوا:

﴿فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾؟ اب ذرا مجھے دکھاؤ کہ کیا بنایا ہے اللہ کے علاوہ اُن لوگوں نے؟ اگر مولوی صاحب انبیاء علیہم السلام کو اپنی طرف سے خالق قرار دیتے ہیں تو کیا عیسائی یہ نہیں کہہ سکتے کہ لو جی عیسیٰ علیہ السلام تو بہت سی چیزوں کے خالق ہیں، اُن کی عبادت تو حق ہوئی؟ سیالوی صاحب تو ''صالحین'' کو ''من دون اللّٰہ'' میں داخل نہیں سمجھتے بتلائیے کہ ان کا جواب کیا ہوگا؟ نیز اس اشکال کا جواب کیا ہوگا کہ جب اللہ کے نیک بندے بھی ''خالق'' ہیں تو یہ آیت کیوں کہتی ہے کہ: ''بتاؤ ان لوگوں نے کیا تخلیق کیا؟

ابوالحسن انبالوی

ظہور احمد حضروی کوثری کے ”تناقضات......“ پر ایک نظر

الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

ظہور احمد نے لکھا: ”زبیر علی زئی نے لکھا ہے: عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔ (نور العینین، ص ۳۳) لیکن اس سے چند سطروں کے بعد بعض محدثین سے عثمان بن الحکم کی توثیق نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ان کے مقابلے میں ابو حاتم نے فرمایا: لیس بالمتین، لیس بالمتقن...... ابو عمر نے کہا: ”لیس بالقوی“

(تناقضات...... ص ۶۵)

تجزیہ: ......حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا تھا: ”عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے۔“ (نور الصباح، ص ۱۹)

اس کے جواب میں شیخ محترم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔“ (نور العینین ص ۳۵، طبع جدید)

پھر جمہور محدثین سے ان کی توثیق پیش کی اور دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے لیس بالمتقن اور لیس بالقوی وغیرہ کلمات کی وضاحت کے بعد لکھا: ”معلوم ہوا کہ عثمان بن الحکم جمہور کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہے، لہٰذا اسے خود بخود بغیر قوی دلیل کے ضعیف قرار دینا علم و انصاف کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔“ (نور العینین ص ۳۶)

واضح رہے کہ جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ”لیس بالقوی یا لیس بالمتین“ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

لیس بالقوی اور ظہور احمد دیوبندی

قارئین کرام! درج بالا عبارت میں ظہور احمد ”لیس بالقوی“ کو بطور جرح پیش کر کے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تناقض بنانے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن دوسری جگہ ضحاک

بن حمزہ کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے "لیس بالقوی" کو بطور توثیق لکھتا ہے۔ دیکھئے التحقیق الحسن فی تائید آثار السنن (ص ۱۰۳)

ظہور صاحب! ؏ آپ کو عادت ہے لکھ کر بھول جانے کی

یہ خود ظہور احمد کا بہت بڑا تناقض ہے کہ جسے ثقہ ثابت کرنا ہو اس کے لیے تو "لیس بالقوی" کلماتِ توثیق میں سے ہے اور جو مرضی کے خلاف ہو اس کے لیے یہی جرح شمار ہوتا ہے۔ آہ! شرم تم کو مگر نہیں آتی

لیس بالمتین اور آل دیو بند

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا: "اگر جمہور کی جرح مفسر نہ ہو تو لیس بالمتین سے عدالت ساقط نہیں ہوتی......اور روایت میں عدالت ہی رکن اکبر ہے۔"

(تسکین الصدور ص ۱۰۹)

ظہور صاحب! جب آپ کے اکابر کے نزدیک لیس بالمتین سے عدالت ساقط نہیں ہوتی تو پھر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر تناقض کا اعتراض کیوں؟

مجھے آپ ہی کا تحریر کردہ شعر یاد آ رہا ہے جو شاید آپ نے اپنے لیے ہی منتخب کیا تھا۔

؏ دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں تم سا احمق تو دنیا میں کوئی بشر ہی نہیں

آلِ دیوبند کے "محقق" ظفر احمد عثمانی نے "لیس بالمتین" کو تعدیل کے قریب تر قرار دیا ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲۵۱) جن الفاظ سے نہ عدالت ساقط ہوتی ہے، بلکہ وہ تعدیل کے قریب تر ہیں تو ان الفاظ کے ذریعے سے جمہور کی توثیق کے مقابلے میں کسی راوی کو مطلق "ضعیف" کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ ظہور صاحب! محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اسی مطلق "ضعیف" کا انکار کیا تھا نہ کہ لیس بالقوی یا لیس بالمتین وغیرہ کا، لہٰذا شیخ محترم رحمہ اللہ پر عثمان بن الحکم کے بارے میں تناقض کا الزام باطل و مردود ہے۔ البتہ سابقہ سطور میں ہم ظہور جی کا تناقض ثابت کر چکے ہیں۔

؏ اپنا چہرہ اگر تم کبھی دیکھتے پھر کسی میں نہ کوئی کمی دیکھتے

حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۲۴)

۲۸۰) وَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخَرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَ لَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ** .)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر کوئی چیز (سترہ) رکھ کر نماز پڑھے تو پھر نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والے کی پروانہ کرے۔''

اسے مسلم (۴۹۹) نے روایت کیا ہے۔

۲۸۱) وَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((**يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَ الْحِمَارُ وَ الْمَرْأَةُ** .)) رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''نماز کو کتا، گدھا اور عورت (نمازی کے سامنے سے گزر کر) توڑ دیتے ہیں۔''

اسے بزار (کشف الاستار ۱/ ۲۸۱ ح ۵۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث دوسری دلیل کی وجہ سے منسوخ ہے۔ دیکھئے حدیث: ۲۸۴۔ نیز دیکھئے اتحاف الباسم (ص ۵۰۰، ۵۰۱)

۲۸۲) وَ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ نَحْنُ فِي بَادِيَةٍ لَّنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ فَصَلّٰى فِي صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَّ حِمَارَةٌ لَّنَا وَ كَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى بِذٰلِكَ . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَ النِّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَ

إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے دیہاتی مقام میں تھے، آپ کے ساتھ عباس (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، پھر آپ نے صحراء میں نماز پڑھی اور آپ کے سامنے سترہ نہیں تھا۔ ہماری ایک گدھی اور ایک کتیا آپ کے سامنے کھیلتی رہیں لیکن آپ نے ان کی کوئی پروا نہیں کی۔

اسے ابو داود (۷۱۸) نے اور نسائی (۲/ ۶۵ ح ۷۵۴) نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

عباس بن عبید اللہ نے اپنے چچا الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، لہٰذا یہ سند منقطع ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب (۲/ ۲۹۱) میں لکھا ہوا ہے اور نیموی صاحب کو اپنے قول ''و إسناده صحيح'' میں غلطی لگی ہے، کیونکہ منقطع روایت صحیح نہیں ہوا کرتی بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

اس ضعیف حدیث کی وجہ سے یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کتیا کھیلتی رہی، باطل ہے۔

۲۸۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جِئْتُ أَنَا وَ غُلَامٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ عَلٰى حِمَارٍ فَمَرَرْنَا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ هُوَ يُصَلِّيْ فَنَزَلْنَا عَنْهُ وَ تَرَكْنَا الْحِمَارَ يَأْكُلُ مِنْ بَقْلِ الْأَرْضِ أَوْ قَالَ نَبَاتِ الْأَرْضِ فَدَخَلْنَا مَعَهُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ رَجُلٌ: أَكَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ: لَا ، رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلَى ، وَ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ .

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور بنی ہاشم کا ایک لڑکا ایک گدھے پر آئے، پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرے اور آپ نماز پڑھ رہے تھے، پھر ہم گدھے سے نیچے اُتر آئے اور اسے گھاس سبزہ کھانے کے لیے چھوڑ دیا، پھر ہم نماز میں داخل ہو گئے۔

پھر ایک آدمی نے (امام شعبہ سے) کہا: کیا آپ کے سامنے نیزہ تھا؟

انھوں (امام شعبہ) نے جواب دیا: نہیں۔

اسے ابویعلیٰ (۴/ ۳۱۱ ح ۲۴۲۳) نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

انوارالسنن: حسن ہے۔

اسے ابوداود (۷۱۶، ۷۱۷) وغیرہ نے یحییٰ بن الجزار عن صہیب عن ابن عباس کی سند سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

ایک آدمی نے کہا: والا قول شعبہ کا قول ہے جیسا کہ مسند علی بن الجعد (۹۰) میں مذکور ہے۔

۲۸۴) وَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّی بِالنَّاسِ فَمَرَّ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ حِمَارٌ فَقَالَ عَيَّاشُ بْنُ رَبِيْعَةَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ الْمُسَبِّحُ اٰنِفًا سُبْحَانَ اللّٰهِ)) قَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ سَمِعْتُ أَنَّ الْحِمَارَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ: ((لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ.)) رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو آپ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا، عیاش بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ! جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو پوچھا: ''کس نے ابھی سبحان اللہ کہا تھا؟''

انھوں نے کہا: میں نے یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ گدھا نماز کو توڑ دیتا ہے، آپ نے فرمایا: ''نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔''

اسے دارقطنی (۱/ ۳۶۷ ح ۱۳۶۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹنے والی سابقہ روایات منسوخ ہیں۔

۲۸۵) وَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ مِّمَّا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: نمازی کے سامنے سے جو چیز بھی گزرے، نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔

اسے مالک نے (الموطأ ۱/ ۱۵۶) اور طحاوی (معانی الآثار ۱/ ۴۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

امام ابن شہاب الزہری مدلس ہیں۔ (تقدم: ۲۹) اور یہ روایت عن سے ہے لیکن آنے والی روایت اس روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

۲۸۶) وَ عَنْهُ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَيَّاشِ بْنِ أَبِيْ رَبِيْعَةَ يَقُوْلُ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَ الْحِمَارُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ : لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ ، رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور انھی (سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: بے شک عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں: نماز کو کتا اور گدھا کاٹ (توڑ) دیتا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی۔

اسے طحاوی (۱/ ۴۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

۲۸۷) وَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ وَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَا : لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ وَّادْرَءُوْا عَنْهَا مَا اسْتَطَعْتُمْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور سعید بن المسیب (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ بے شک علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں

نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی اور تم جتنی استطاعت رکھتے ہو تو ان (گزرنے والی چیزوں) کو ہٹا دو۔

اسے طحاوی (۱/۴۶۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: صحیح ہے۔

اس حدیث کو قتادہ سے امام شعبہ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور قتادہ مدلس ہیں۔

(کما تقدم:۲۵۹)

لیکن جب قتادہ سے شعبہ بیان کریں تو یہ روایت قتادہ کے سماع پر محمول ہوتی ہے۔

دیکھئے الفتح المبین (ص ۱۱۱)

لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔ والحمد للہ

۲۸۸) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا فَإِنْ لَّمْ يَجِد فَلْيَنْصِبْ عَصًا فَإِن لَمْ يَكُنْ مَّعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ** .)) رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَه وَ أَحْمَدُ وَ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ .

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز (ضرور) رکھے اور اگر کچھ نہ ملے تو عصا گاڑ دے اور اگر اس کے پاس عصا بھی نہ ہو تو ایک خط (زمین پر) کھینچ لے، پھر اسے سامنے گزرنے والوں کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“

اسے ابو داود (۶۸۹، ۶۹۰) ابن ماجہ (۹۴۳) اور احمد (۲/۲۴۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند کو امام سفیان بن عیینہ (راویٔ حدیث) اور جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہاں جمہور کی تحقیق ہی راجح ہے۔ نیز دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۱۲۹)

بَابُ الْمَسَاجِدِ

مساجد کا باب

۲۸۹) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا لِّلّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ .)) رَوَاہُ الشَّیْخَانِ .

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا۔''
اسے شیخین (بخاری: ۴۵۰، مسلم ۵۳۳) نے روایت کیا ہے۔

۲۹۰) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوۃٍ فِي بَيْتِہٖ وَفِي سُوْقِہٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ أَنَّہٗ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَی الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُہٗ إِلَّا الصَّلٰوۃُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَۃً إِلَّا رُفِعَتْ لَہٗ بِہَا دَرَجَۃٌ وَّحُطَّ عَنْہُ بِہَا خَطِيْئَۃٌ فَإِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُصَلِّيْ عَلَيْہِ مَادَامَ فِی مُصَلَّاہُ أَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَيْہِ أَللّٰہُمَّ ارْحَمْہُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوۃٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوۃَ.)) رَوَاہُ الشَّیْخَانِ .

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ اجر وثواب ہے۔ یہ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر مسجد کی طرف صرف نماز کیلئے روانہ ہوتا ہے تو وہ جو بھی قدم رکھتا ہے اس کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ بخش دیا جاتا ہے پھر جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے: اے اللہ! اس پر برکت نازل فرما، اے اللہ! اس پر رحمت فرما۔ تم میں سے جو آدمی نماز کا انتظار کرتا ہے تو وہ نماز میں ہی رہتا ہے۔''

اسے شیخین (بخاری: ٦٤٧، مسلم: ٦٦٢) نے روایت کیا ہے۔

٢٩١) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَی اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَ أَبْغَضُ الْبِلَادِ أَسْوَاقُهَا.))** رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے محبوب علاقے مسجدیں ہیں اور (جائز علاقوں میں) سب سے مبغوض (ناپسند) علاقے بازار ہیں۔''

اسے مسلم (٦٧١) نے روایت کیا ہے۔

٢٩٢) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلاَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ.))** رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اس مسجد میں نماز، دوسری تمام مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔''

اسے شیخین (بخاری: ١١٩٠، مسلم: ١٣٩٤) نے روایت کیا ہے۔

٢٩٣) وَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُوْرُ أُمَّتِيْ حَتّٰى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ.))** رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَ اٰخَرُوْنَ وَ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ.

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے سامنے میری اُمت کے اجر و ثواب پیش کیے گئے حتیٰ کہ مجھے وہ تنکا بھی دکھایا گیا جسے آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے۔''

اسے ابو داود (٤٦١) اور دوسروں (مثلاً ترمذی: ٢٩١٦) نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (١٢٩٧) نے صحیح کہا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں چار وجہ ضعف ہیں:

اول: ابن جریج نے اسے مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے نہیں سنا۔

دوم: ابن جریج ثقہ ہونے کے باوجود مدلس ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۱۰۲)

انھیں نیموی صاحب نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔ دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۱۴۷ تحت حدیث: ۳۲۸)

سوم: مطلب بن عبداللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، جیسا کہ امام ابن المدینی نے فرمایا ہے۔

چہارم: مطلب بن عبداللہ بن حنطب ثقہ وصدوق ہونے کے ساتھ مدلس بھی ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۲۱۶)

انھیں نیموی صاحب نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔ دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۳۱۲ تحت حدیث: ۶۰۶)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اور اس روایت کی علت (بلکہ علتوں) سے ابن خزیمہ (رحمہ اللہ) غافل رہے، چنانچہ اسے اپنی صحیح (ابن خزیمہ) میں روایت کر دیا۔

(النکت الظراف ج ۱ ص ٤٠٧)

معلوم ہوا کہ کتنا بھی بڑا امام کیوں نہ ہو، اصولِ حدیث اور دلیل کی روشنی میں اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور جو بات اصولِ حدیث اور اسماء الرجال سے ثابت ہے وہی راجح ہے۔

۲۹٤) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((**اَلْبَزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَّ كَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.**)) رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

اور انھی (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے۔“

اسے شیخین (بخاری: ۴۱۵، مسلم: ۵۵۲) نے روایت کیا ہے۔

۲۹۵) وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((**مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ**

الْإِنْسُ.)) رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس بدبودار درخت میں سے کھائے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ جس طرح انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔“

اسے شیخین (بخاری:۸۵۴، مسلم:۵۶۴) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں پیاز یا لہسن کی ممانعت ہے جو کہ حلال ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ سگریٹ چلم اور نسوار جیسی خبیث چیزیں استعمال کرتے ہیں اُن کے لیے بدرجۂ اولیٰ مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے۔

۲۹۶) وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((**إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ** .)) رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ حَسَّنَهُ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم مسجد میں کسی شخص کو سودا بیچتے یا خریدتے دیکھو تو کہو: اللہ تیری تجارت میں نفع نہ ڈالے۔“

اسے نسائی (عمل الیوم واللیلۃ: ۱۷۶) اور ترمذی (۱۳۲۱) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

اور اس کی اصل صحیح مسلم (۵۶۸) میں ہے۔

۲۹۷) وَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ وُجُوْهُ بُيُوْتِ أَصْحَابِهٖ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ لَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ أَنْ يَنْزِلَ فِيْهِمْ رُخْصَةٌ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّ لَا لِجُنُبٍ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: ''ان گھروں (کے دروازوں) کو مسجد سے دوسری طرف پھیر دو۔'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔لوگوں کو یہ اُمید تھی کہ انھیں اجازت مل جائے گی۔آپ نے فرمایا: ''ان گھروں (کے دروازوں) کو مسجد سے دوسری طرف پھیر دو کیونکہ میں مسجد کو حائضہ اور جنبی کے لیے حلال نہیں سمجھتا۔''

اسے ابوداود (۲۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۳۲۷) نے صحیح قرار دیا ہے۔

تنبیہ: اس روایت میں جسرہ بنت دجاجہ پر اعتراض صحیح نہیں، کیونکہ قولِ راجح میں ان کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

۲۹۸) وَ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رضی اللہ عنہ أَوْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: **((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ أَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَ إِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.))** رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور ابوحمید رضی اللہ عنہ یا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو **((أَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))** پڑھے اور جب (مسجد سے) باہر نکلے تو **((أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.))** پڑھے۔''

اسے مسلم (۷۱۳) نے روایت کیا ہے۔

☆......☆......☆

حافظ فرحان الٰہی

اہل سنت والجماعت کا اہل بدعت کے بارے میں مؤقف

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ، أما بعد:

اسلام کو اپنے آغاز ہی سے ایسے دشمنوں سے واسطہ پڑا جو اس کی مخالفت میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہ رکھنے کے لیے پر عزم تھے، ابتداءً جب انہوں نے جنگ کے میدانوں میں مسلمانوں کو ناقابل شکست پایا تو انہوں نے اس کی بیخ کنی کے لیے سازشوں اور مکروفریب کے نت نئے جال بُننے شروع کر دیے، یہیں سے مسلمانوں میں اختلافات کا زہر پھیلا، دین وحدت ٹکڑوں میں بٹنا شروع ہوا۔ تاریخ میں عبداللہ بن سبا یہودی کا نام انہی سازشیوں کے سرخیل کے طور پر جانا جاتا ہے، جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ناحق غلو کیا اور مسلمانوں کو پہلی بار دو مخالف صفوں میں لا کھڑا کیا جن میں سے ایک اہل السنۃ والجماعۃ، جبکہ دوسرا روافض کا گروہ کہلایا۔ بعد میں جب خوارج، معتزلہ، قدریہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا ظہور ہوا تو اہل السنہ والجماعہ کے مقابلے میں ان تمام فرقوں کا مجموعی نام مبتدعین (یعنی بدعتی گروہ) پڑا۔ امت مسلمہ میں تفریق کے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے سلف صالحین نے اہل بدعت سے دور رہنے کی سخت تلقین کی ہے اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان سے تعلقات استوار کرنے اور انہیں اپنا خیر خواہ سمجھنے والے پر شدید تنقید کی۔

ایسے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنانا اور ان کو دینی مسائل بتانا بھی روا نہ رکھا۔ (دیکھئے سنن الدارمی: ٤١٢، الشريعة للآجري: ص ٩٦٣، رقم: ٢٠٤٦، ٢٠٤٧)

ہم اس مختصر مضمون میں ان شاء اللہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر کے اقوال و کردار کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے جو انہوں نے اہل بدعت کے ساتھ روا رکھا اور جس کی انہوں نے امت کو تعلیم دی۔

اہل بدعت سے علیحدگی قرآن وسنت کی روشنی میں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا﴾ (النساء: ١٤٠)

امام قرطبی فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اہل بدعت کی مجالس اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔اوران کی مجالس میں بیٹھنے کوانہیں میں شمار کیا جارہا ہے۔اوران لوگوں کو برے انجام سے ڈرایا جارہا ہے جواللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ اگروہ باز نہ آئے توانہیں بھی اہل بدعت ہی میں شمار کیا جائے گا۔

اس بات پر اہل السنۃ والجماعۃ کی ایک جماعت متفق ہے کہ اس آیت کا موجب ہر وہ شخص ہے جواہل بدعت کی مجالس میں بیٹھے، یاان کے ساتھ رہ ورسم بڑھائے یاان کے ساتھ رشتہ داریاں بناتا پھرے۔(تفسير القرطبي ٧/ ١٤٢)

امام قرطبی مزید فرماتے ہیں: ''جب گناہگاروں سے علیحدگی ثابت ہے تو پھراہل بدعات وخرافات کے حامل لوگ تو بالاولیٰ علیحدگی کے حقدار ہیں۔'' (أيضًا)

امام ابن جریرالطبر ی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: و في هذه الآية ، الدلالة الواضحة على النهي عن مجالسة أهل الباطل من كل نوع ، من المبتدعة والفسقة ، عند خوضهم في باطلهم . یہ آیت واضح طوردلالت کرتی ہے کہ کسی بھی قسم کے باطل پرستوں کے ساتھ مجالست اختیار کرنا منع ہے، چاہے وبدعتی ہوں یا دیگر فاسق لوگ جبکہ وہ اپنے باطل میں مشغول ہوں۔(تفسير طبري ٤/ ٢٢١ ط۔ دار الحديث القاهرة)

قرآن کریم میں دوسرے مقام پرارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ (ھود:۱۱۳)

''اورتم ان لوگوں کی طرف مت جھکوجنہوں نے ظلم کیا،تمہیں آگ پکڑ لے گی اورتمہارا اللہ کے سوااورکوئی مددگارنہیں، پھرنہ تم مدد کیے جاؤ گے۔''

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس آیت کے مفہوم میں صحیح تر بات

یہی ہے کہ یہ آیت اہل کفر ومعاصی اور اہل بدعت سے علیحدگی پر دلالت کرتی ہے، اور جب ان کی صحبت، محبت کی وجہ سے اختیار کی جائے تو یہ صحبت بذات خود کفر اور نافرمانی بن جاتی ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عن المرء لا تسئل و سل عن قرينه　　　فكل قرين بالمقارن يقتدى

''آدمی کے بارے میں نہ پوچھ اس کے دوست کے بارے میں پوچھ، کیونکہ ہر دوست اپنے دوست کی پیروی کرتا ہے۔ ہاں اگر ان کی صحبت انتہائی ضرورت کے باعث ہو تو یہ ایک اضطراری صورت ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ ہے'' (تفسير قرطبي ۹/ ۱۰۸)

قرآن کریم میں اور بھی کئی آیات ہیں جن سے استدلال کرتے ہوئے مفسرین کرام نے اہل بدعت سے اجتناب ہی کا حکم دیا ہے۔

(دیکھئے الانعام: ٦٨، الكهف: ١٠٣، ١٠٤، المجادلة: ٢٢)

اسی طرح احادیث نبویہ میں بدعت اور اہل بدعت سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور خلاف ورزی کرنے کی صورت میں سخت سزا کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْـمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيْهَا مُحْدِثًا ، فَعَلَيْهِ لَعَنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلاَئِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَ لاَ عَدْلٌ .)) ''مدینہ کا عیر سے لے کر ثور تک کا علاقہ حرم ہے، پس جس نے اس شہر کے اندر دین میں کوئی بدعت اختیار کی یا کسی بدعتی شخص کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (قیامت کے دن) اس سے کوئی فدیہ یا متبادل چیز قبول نہ کی جائے گی۔'' (صحيح البخاري: ٦٧٥٥، صحيح مسلم: ١٣٧٠)

ذرا غور کیجیے کہ مدینہ جو شریعت اسلامیہ کا منبع ومرکز ہے، وہاں اسلامی تعلیمات میں دخل اندازی کرنے پر اس قدر سخت الفاظ میں تنبیہ کی جارہی ہے تو کیا دیگر مقامات پر بدعت کے فتنوں اور بدعتیوں کے ساتھ مراسم کا نتیجہ ہلاکت خیز نہ ہوگا؟

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ)) ''جس نے کسی بدعتی کی توقیر (عزت) کی تو گویا اس نے اسلام کو گرانے میں اس کی مدد کی۔'' (الشرعة للآجري : ۹۶۲ ح ۲۰۴۰ وسنده حسن)

امام شاطبی رحمہ اللہ مختلف دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان تمام آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعتی کی طرف چل کر جانا، اس کی توقیر کرنا یہ سب کچھ اس کی بدعت کے باعث اس کی تعظیم ہی شمار ہوگا، حالانکہ شریعت نے ہمیں اس (بدعتی) کی اہانت وتذلیل اور زجر وتوبیخ کا حکم دیا ہے۔'' (الاعتصام للشاطبي ۱/ ۱۵۱)

امام شاطبی مزید لکھتے ہیں: '' وَعَلَى كُلِّ حَالٍ فَتَحْيَا الْبِدَعُ، وَتموتُ السُّنَنُ، وَهُوَ هَدْمُ الْإِسْلَامَ بِعَيْنِهِ. ہر حال میں بدعات کا پرچار ہوگا اور سنتیں فوت ہو جائیں گی اور یہ عین اسلام کو گرانا ہے'' (أيضًا)

سلف صالحین کا موقف: ائمہ کرام نے سختی کے ساتھ اہل بدعت وضلالت سے دور رہنے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ ان کی بات کی طرف دھیان کرنا بھی ان کے ہاں معتوب ٹھہرتا ہے۔ امام یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' إذا لقيت صاحب بدعة في طريق فخذ في غيره '' (الشرعة للآجري : ۹۶۲ ح ۲۰۴۲، کتاب البدع لابن وضاح : ۹۳ وسنده حسن) جب راستے میں تمھارا سامنا کسی بدعتی کے ساتھ ہو جائے تو تم اپنا راستہ بدل لو۔ امام فضیل فرماتے ہیں: '' إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطْلُبُوْنَ حِلَقَ الذِّكْرِ، فَانْظُرْ مَعَ مَنْ يَكُونُ مَجْلِسُكَ، لا يَكُونُ مع صَاحِبِ بِدْعَةٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَعَلامَةُ النِّفَاقِ أَنْ يَقُوْمَ الرَّجُلُ وَ يَقْعُدَ مَعَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ. '' بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتے ہیں، لہٰذا تم دیکھ لو کہ تم کس کے ساتھ بیٹھتے ہو، تمھاری مجلسیں کسی بدعتی کے ساتھ نہ جمیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ بھی ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔ (الطيوريات لأبي طاهر السلفي ۲/ ۳۱۸ ح ۲۵۸ وسنده حسن، حلية الاولياء ۸ وسنده صحيح ۱۰۴)

حافظ بلال اشرف اعظمی

بریلوی بنام بریلوی

الحمد للہ وحدہ و الصلاۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ! أما بعد:

معزز قارئین! ہم اس مضمون میں بریلوی علماء کی عبارات کی روشنی میں نام نہاد مناظر محمد حنیف قریشی بریلوی کا اور قریشی بریلوی کی عبارات کی روشنی میں بریلوی علماء کا جائزہ لیں گے اور دست بستہ عرض کریں گے کہ قریشی صاحب دوسروں کو چھوڑیں پہلے اپنی اور اپنے اکابر کی فکر کریں، تو ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حنیف قریشی بریلوی نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ ہر جگہ موجود ہے۔''

(روئیداد مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون: ص ۳۷۳)

امیر دعوت اسلامی الیاس عطار قادری رضوی اس بات پر فتویٰ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہر حال شرعی حکم یہی ہے، اللہ عزوجل کو ''اوپر یا آسمان پر رہتا ہے یا ہر جگہ ہے'' کہنا کفر لزومی ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا مسلمان اگرچہ علمائے متکلمین رحمھم اللہ المبین کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوتا تاہم فقہائے کرام رحمھم اللہ السلام کے نزدیک اس پر حکمِ کفر ہے۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔'' (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب، ص ۱۱۳، ۱۱۴)

الیاس عطار قادری بریلوی کی رو سے حنیف قریشی بریلوی:

۱۔ کفر لزومی کا مرتکب ہے۔

۲۔ عند الفقہاء کافر ہیں اور اس پر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔

کیا قریشی صاحب نے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کی ہے؟

۲۔ حنیف قریشی بریلوی نے لکھا ہے: ''شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ٤٢٢)

قریشی صاحب نے شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا ہے
اب قریشی صاحب کو لگنے والا ''رگڑا'' ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے لکھا ہے:

واحد بخش سیال صاحب بھی جردمرد قسم کے آدمی ہیں، جو جگہ جگہ اکابرین وہابیہ کے لیے رحمۃ اللہ جیسے دعائیہ جملے لکھ رہے ہیں اور ان کی ایک اور کتاب ''وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود'' ہے، اس میں بھی کئی جگہ پر انھوں نے شاہ اسماعیل اور دیگر وہابیہ کے لیے شہید اور رحمۃ اللہ جیسے دعائیہ جملے لکھے ہیں۔

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۱۵۰)

۲۔ حنیف قریشی بریلوی نے خود لکھا ہے:

''ایک کافر و مشرک کی کفریہ شرکیہ عقیدہ میں تائید کرنے والا، اسے کلماتِ تحسین سے نوازنے والا، اس کو رحمۃ اللہ علیہ، قدس سرہ العزیز جیسے دعائیہ کلمات سے نوازنے والا آخر کس زمرے میں آتا ہے؟

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۴۸۹)

قریشی صاحب اپنے اور اپنے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے فتویٰ کی رو سے:

۱۔ جردمرد قسم کے آدمی ہیں۔

۲۔ خطرناک سوالیہ زمرے میں داخل ہیں۔

۳۔ حنیف قریشی بریلوی کے افادات کے مرتب اور معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی لکھتا ہے:

''مجدد دوراں، غوث زماں، حضرت قبلہ پیر''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۲۸)

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

''قبلہ قریشی صاحب کی خوب'' (روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ص:۶۰۱)

جانشین بریلوی حکیم الامت، مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی لکھتے ہیں:

''عوام میں تو بعض بیوقوف لوگ اپنے بزرگوں کو قبلہ وکعبہ مکہ مدینہ منورہ بھی کہہ دیتے ہیں، مگر یہ سب احمقانہ جہالتیں ہیں۔

(تنقیدات علی مطبوعات، ص۱۰۸)

بریلوی مفتی اقتدار احمد خان نعیمی کے فتوی کی رو سے قریشی صاحب اور کاظمی صاحب بے وقوف، احمق اور جاہل ثابت ہوئے۔

۴۔ حنیف قریشی بریلوی نے اپنی ایک کتاب کا نام ''غازی ممتاز حسین قادری اور شباب اسلامی پاکستان'' رکھا ہے۔قریشی صاحب نے ممتاز قادری کو غازی کہا ہے۔

اب آیئے دوسری طرف:

بریلوی مفتی اعظم پاکستان،، جانشین بریلوی حکیم الامت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام کے علاوہ کسی بھی شخص کو غازی کہنا سراسر جہالت اور کذب بیانی ہے۔'' (تنقیدات اقتدار بر نظریات اقبال، ص۸۱)

آگے مزید رقطراز ہیں:

''بعض جہلاء اب بھی اپنے آپ کو یا اپنے کسی بڑے کو غازی کہہ دیتے ہیں، یہ ان کی حماقت اور لاعلمی ہے جو گناہ ہے کیونکہ جھوٹ ہے۔

(تنقیدات اقتدار بر نظریات اقبال، ص ۸۱)

بریلوی مفتی اعظم پاکستان کی نظر میں قریشی صاحب (۱) سراسر جہالت (۲) کذب بیانی (۳) حماقت (۴) اور لاعلمی کے مرتکب ہیں۔

اگر قریشی صاحب جان چھڑانے کے لیے کہیں کہ مفتی اقتدار احمد نعیمی غیر معتبر ہے تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ قریشی صاحب نے اپنے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے ''استاد مکرم اور بریلویوں کے علامہ، رئیس المناظرین، سلطان المناظرین، شیر اہل سنت'' سعید احمد اسعد (دیکھیں: روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص: ۳۰، ۵۹۹) کے

والد مفتی محمد امین صاحب کو بھی غیر معتمد کہا ہے۔ دیکھیں (گستاخ کون؟ص ۵۵، ۵۵۴)

یہ قریشی صاحب کی عادت ہے۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ نام نہاد مناظر حنیف قریشی بریلوی مناظرے میں بریلوی علامہ سعید احمد اسعد کے والد مفتی محمد امین کو غیر معتمد کہہ رہے ہیں اور سعید احمد اسعد صاحب فرقہ بریلویہ کی شکست کو چھپانے کے لیے اسی نام نہاد مناظر کے ساتھ نام نہاد جشنِ فتحِ مناظرہ منا رہے ہیں۔

۵۔ حنیف قریشی بریلوی نے لکھا ہے:

ا۔مولانا محمد جونا گڑھی (روئیدادِ مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ص:۱۹۹، ۲۰۱)

۲۔مولانا ابوالکلام آزاد (روئیدادِ مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ص:۳۸۲)

۳۔مولانا ارشاد اللہ امان صاحب (روئیدادِ مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ص:۴۹۱)

نیز دیکھیں (روئیدادِ مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ص:۲۱۷، ۴۹۲)

قریشی صاحب نے وہابیوں کو ''مولانا'' کہا ہے۔

اب آیئے دوسری طرف:

بریلوی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی وہابیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ایسے شخص کو مولانا و فخرِ مسلمان اور ہادی و رہبرِ قوم ماننا، اگر اس کے اقوال پر اطلاع کے بعد ہے خود کفر و موجب غضبِ رب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۱۵/ ۲۶۰)

''بریلوی اعلیٰ حضرت'' کے فتویٰ کی رو سے بریلوی ادنیٰ حضرت پھندے میں لٹکتا نظر آتا ہے۔ آج بھی فرقہ بریلویہ کے علماء جب اپنے ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا بریلوی کے ان فتاویٰ جات کو دیکھتے ہیں تو بڑے ہی سٹپٹاتے ہیں جیسا کہ ارشد القادری بریلوی بڑے ہی لطیف انداز میں اعلیٰ حضرت بریلوی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب آپ ہی بتایئے! میں اپنی مظلومی کی فریاد کہاں لے جاؤں؟ ایک عربی مدرسہ کے فاضل کو میں نے مولوی، مولانا اور ملا کہہ دیا تو میرے لیے کفر اور

ارتداد کا فتویٰ ہے۔''

(زیر و زبر، ص ۳۰۵، مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال)

۶۔ حنیف قریشی بریلوی نے کہا ہے:

''مجھے بارگاہِ رسالت مآب''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۵۳)

حنیف قریشی بریلوی کے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے لکھا ہے: ''دربار رسالت مآب''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۲۸)

اب آیئے دوسری طرف: ''بریلوی مفتی اعظم پاکستان جانشین بریلوی حکیم الامت مفتی'' اقتدار احمد خان نعیمی قادری صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بدنصیب مصنف تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی آقا اور سیدنا نہیں لکھتا بلکہ عامیانہ لفظ رسالت مآب، آنحضرت ہی لکھتا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ بھی وہابی ایجاد۔''

(شرعی استفتاء، نصیر الدین نصیر وہابی ہے؟ ص ۶)

بریلوی مفتی پاکستان کی نظر میں قریشی صاحب اور ان کے معاون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عامیانہ اور وہابیوں کے ایجاد کردہ الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔

۷۔ حنیف قریشی بریلوی نے ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے کہا:

''ہم نماز پڑھتے تھے ہماری نظر میں والضحٰی کے مکھڑے پر لگی ہوتی تھیں۔

(مناظرہ راولپنڈی، قریشی بریلوی کی دوسری تقریر)

نوٹ: قریشی صاحب کے معاون اور مرتب کتاب امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے خیانت کرتے ہوئے لفظ ''مکھڑا'' کی جگہ ''چہرہ'' لکھ دیا ہے، جو کہ دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ دیکھیں: (روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص: ۶۳)

بریلوی اعلیٰ حضرت لفظ مکھڑا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ لفظ تصغیر کا ہے اکابر کی مدح میں منع ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عرفانِ شریعت، ص ۴۰)

احمد رضا خان بریلوی کے فتویٰ کی روشنی میں قریشی صاحب نے ایسا لفظ جو اکابر کی مدح میں بھی منع ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے۔

۸۔ بریلوی مناظر اشرف سیالوی امام ابن کثیر رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھتا ہے:

''تم وحی کے نزول سے قبل یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر وحی نازل کی گئی بسبب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے۔'' (تحقیقات العلماء الکرام والائمة الأعلام فی نبوة سیر الأنام فی عالمی الأرواح و الأجسام، ص ۱۷۲)

حنیف قریشی بریلوی کے افادات کے مرتب اور معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے لکھا ہے:

اہل علم پر بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر کوئی مصنف اپنی کتاب میں کسی کی گستاخانہ عبارت کو کتاب کا حصہ بنا کر شائع کرے اور مقصود اس کی تردید کرنا نہ ہو تو وہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ (روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۸۹)

اشرف سیالوی صاحب اور کتاب ''تحقیقات'' بریلوی علماء کی نظر میں:

حنیف قریشی بریلوی کے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے لکھا ہے:

''استاد العلماء، امام المناظرین، علامہ محمد اشرف سیالوی''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۳۰)

اور کتاب ''تحقیقات'' پر ۱۰ جید علماء کی تقریظات اور تاثرات موجود ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مفتی عبدالرشید رضوی قادری (۲) مولوی صالح محمد نقشبندی (۳) ابوالحسنات محمد عمر حیات باروی (۴) مفتی غلام حسین قادری بریلوی (۵) غلام محمد بندیالوی بریلوی (۶) محمد اقبال مصطفوی بریلوی (۷) مفتی رشید چشتی بریلوی (۸) مولوی علی احمد سندیلوی (۹) مفتی محمد ابراہیم سیالوی (۱۰) مفتی عبدالعلیم سیالوی

اب آیئے ان گیارہ بریلوی زعماء کو قریشی صاحب کے فتویٰ کی بھینٹ چڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔ حنیف قریشی بریلوی نے کہا:

سعودی عرب کے وہابی حضرات کی طرف سے ملنے والی تفسیر وترجمہ جو مفت تقسیم ہوتی ہے اور دیگر نام نہاد مترجمین کے تراجم سے گریز کریں کیونکہ ان میں کئی مقامات پر مقام الوہیت ونبوت کی تنقیص کی گئی ہے۔ مثلاً سعودیہ سے مفت ملنے والی تفسیر میں صفحہ ۱۰۹۸ پر سورۃ قصص کی آیت نمبر ۸۶ کے تحت لکھا گیا:

''یعنی نبوت سے پہلے آپ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ آپ ﷺ کو رسالت کے لیے چنا جائے گا اور آپ ﷺ پر کتاب الٰہی کا نزول ہوگا۔''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص:۱۹۷)

قریشی صاحب کے فتویٰ کی رو سے ان گیارہ زعماء بریلویہ نے مقامِ الوہیت ونبوت کی تنقیص کی ہے۔

جن کی زبان وقلم سے ان کے اپنے محفوظ نہیں، ہیں ہمیں ان سے کیا خیر کی توقع ہو سکتی ہے۔

۹۔ میر عبدالواحد بلگرامی نے لکھا ہے:

''ابراہیم خلیل اللہ، آزر بُت پرست سے پیدا ہوئے۔''

(سبع سنابل، ص ۹٤)

میر عبدالواحد بلگرامی اور کتاب ''سبع سنابل'' بریلوی علماء کی نظر میں:

بریلوی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''سید ساداتِ بلگرام، حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، حَبر شریعت، بحر طریقت، بقیۃ السف، حجۃ الخلف سیدنا ومولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف تصنیف فرمائی کہ بارگاہِ عالم پناہ حضور سید المرسلین ﷺ میں موقع قبولِ عظیم پر واقع ہوئی۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۸ / ۴۸۴، ۴۸۵)

نیز دیکھیں (سبع سنابل، ص ۴، ۴۳)

حنیف قریشی بریلوی اس پر فتویٰ لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافر و مشرک شخص آزر کا بیٹا ثابت کر کے نبی ﷺ کی طہارتِ نسبی پر حملہ کیا ہے۔'' (آزر کون تھا؟ ص ۷)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

''آزر کو نسب رسول ﷺ میں داخل کرنے سے آپ ﷺ کے نسب کی طہارت برقرار نہیں رہتی۔'' (آزر کون تھا؟ ص ۱۳)

قریشی صاحب کے فتویٰ کی رو سے میر عبدالواحد بلگرامی نبی ﷺ کی طہارتِ نسبی پر حملہ کرنے والا ہے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جن کے قلم سے عبدالواحد بلگرامی نہ بچ سکے کوئی اور کیسے بچ سکتا ہے؟؟؟

صدقہ کی اہمیت

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔'' لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ''پھر اپنے ہاتھ سے کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے۔ اور صدقہ بھی کرے۔'' لوگوں نے عرض کیا: اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ''پھر کسی حاجت مند کی مدد کرے۔'' لوگوں نے کہا: اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ''پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری بات سے بعض رہے۔ اُس کا یہی صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۴۴۵، صحیح مسلم: ۲۳۳۳)

- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- اتباعِ کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔